ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور پاکستان

بانی: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور

ایڈیٹر
مجاہد الحسینی

بدل اشتراک
سالانہ ——— ۱۸ روپے
ششماہی ——— ۱۰ روپے
سہ ماہی ——— ۵ روپے

فی شمارہ ۴۰ پیسے

جلد نمبر ۱۹ ——— شمارہ نمبر ۱۱

۱۰ رجب المرجب ۱۳۹۳ھ ۰ ۱۰ اگست ۱۹۷۳ء

۱۹/۱۱

لمحۂ آزادی

ہُوا یہ کاوشِ اہلِ نظر سے اندازہ
کریں گے اہلِ جنوں عظمتِ سلف تازہ
چلی تھی آج کے دِن ہی ہوائے آزادی
کھُلا تھا آج کے دن ہی قفس کا دروازہ

بشیر فاروق

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان
شیرانوالہ دروازہ لاہور ——— فون نمبر: ۶۷۵۴۵

احادیث الرسول ﷺ

معوذتین

عَنْ عُقْبَةَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ تَرَ اٰيَاتٍ اُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں آج رات جو آیتیں مجھ پر نازل ہوئیں وہ ایسی بے مثال ہیں کہ ان کی مثل نہ کبھی دیکھی گئیں نہ سنی گئیں۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔ (صحیح مسلم)

تشریح یہ دونوں سورتیں اس لحاظ سے بے مثال ہیں کہ ان میں اول سے آخر تک تعوذ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ لی گئی ہے۔ ظاہر کے شرور سے بھی اور باطن کے شرور سے بھی اور اللہ تعالیٰ نے ان میں شرور سے حفاظت کی بے پناہ تاثیر رکھی ہے۔ گویا ہر قسم کے شرور سے یہ حصن حصین ہیں۔ اور دونوں اختصار کے باوجود نہایت جامع اور کافی اور وافی ہیں۔

عن عقبة بن عامرٍ قال بَيْنَا أَنَا أَسِيْرُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم بَيْنَ الْجُحْفَةِ وَالْاَبْوَاءِ اِذْ غَشِيَتْنَا رِيْحٌ وَظُلْمَةٌ شَدِيْدَةٌ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَتَعَوَّذُ بِاَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَاَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ وَيَقُوْلُ يَا عُقْبَةُ تَعَوَّذْ بِهِمَا فَمَا تَعَوَّذَ مُتَعَوِّذٌ بِمِثْلِهِمَا۔ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جحفہ اور ابواء کے درمیان تھا (یہ دونوں دو مشہور مقام تھے مدینہ اور مکہ کے درمیان) اچانک سخت آندھی آگئی اور سخت اندھیری چھاگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دونوں سورتیں (معوذتین) پڑھ کر اللہ سے پناہ مانگنے لگے اور مجھ سے ارشاد فرمانے لگے عقبہ! تم یہ دونوں سورتیں پڑھ کر اللہ کی پناہ لو۔ کسی پناہ لینے والے نے ان کے مثل پناہ نہیں لی۔ (یعنی اللہ کی پناہ لینے کے لیے کوئی دعا ایسی نہیں ہے جو ان دونوں سورتوں کے مثل ہو۔ اس خصوصیت میں یہ بے مثل اور بے مثال ہیں۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی مصیبت اور خطرے کا سامنا ہو تو معوذتین پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے پناہ لینی چاہیے۔ اس سے بہتر بلکہ اس جیسا بھی کوئی دوسرا تعوذ نہیں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَوٰى اِلٰى فِرَاشِهٖ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ ثُمَّ نَفَثَ فِيْهِمَا فَقَرَأَ فِيْهِمَا قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهٖ يَفْعَلُ ذٰلِكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ ہر رات کو جب آرام فرمانے کے لیے اپنے بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا لیتے (جس طرح دعا کے وقت دونوں ہاتھ ملائے جاتے ہیں) پھر ہاتھوں پر پھونکتے اور قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے۔ پھر جہاں تک ہو سکتا اپنے جسم مبارک پر اپنے دونوں ہاتھ پھیرتے۔ سر مبارک اور چہرہ مبارک اور جسد اطہر کے سامنے کے حصے سے شروع فرماتے (اس کے بعد باقی جسم پر جہاں تک آپؐ کے ہاتھ جا سکتے وہاں تک ہاتھ پھیرتے) یہ آپؐ تین دفعہ کرتے۔

تشریح رات کو سونے سے پہلے کا یہ مختصر معمول نبوی تو بہت آسان ہے مگر افسوس اس کا اہتمام ہم سب کو کرنا چاہیے۔ اس کی برکات بیان سے باہر ہیں (اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے)

چند مخصوص آیات کی فضیلت اور امتیاز

مندرجہ بالا احادیث میں جس طرح خاص خاص سورتوں کے فضائل بیان ہوئے اسی طرح بعض احادیث میں مخصوص آیات کی فضیلت اور ان کا امتیاز بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں چند حدیثیں درج کی جاتی ہیں۔

آیت الکرسی عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ تَعَالٰى مَعَكَ اَعْظَمُ قُلْتُ اَللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ تَعَالٰى مَعَكَ اَعْظَمُ اَللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ. قَالَ فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ

ترجمہ: حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی کنیت ابو المنذر سے مخاطب کرتے ہوئے) ان سے فرمایا — اے ابو المنذر! تم جانتے ہو کہ کتاب اللہ کی کون سی آیات تمہارے پاس سب سے زیادہ عظمت والی ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے (مکرر فرمایا) اے ابو المنذر! تم جانتے ہو کہ کتاب اللہ کی کون سی آیت تمہارے پاس زیادہ عظمت والی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ آپ نے میرا سینہ ٹھونکا (گویا اس جواب پر شاباش دی) اور فرمایا۔ اے ابو المنذر! تجھے یہ علم موافق آئے اور مبارک ہو۔

تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کے جواب میں ابی ابن کعب نے پہلے عرض کیا (اللہ و رسولہ اعلم) اللہ اور رسولؐ کو اس کا علم زیادہ ہے کون سی آیت کتاب اللہ میں زیادہ عظمت والی ہے۔ یہ جواب ادب کے تقاضے کے مطابق تھا لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ وہی سوال فرمایا تو ابی ابن کعب نے اپنے علم و فہم کے مطابق جواب دیا۔ کہ میرے خیال میں (اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم) یعنی یہ آیت الکرسی قرآن مجید کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویب فرمائی اور شاباش دی اور اس شاباش میں ان کا سینہ آپ نے غالباً اس لیے ٹھونکا کہ قلب (جو علم و معرفت کا ظرف ہے) وہ سینہ ہی میں ہوتا ہے۔

مولانا قاری محمد طیب کی تقریر

میرے ایک دوست انگلینڈ سے آئے تو ان کے پاس مہتمم دار العلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب مدظلہ العالی کی تقریباً دو گھنٹے کی ایک ٹیپ کردہ تقریر ہے جو احباب سننے کا شوق رکھتے ہوں۔ درج ذیل پتہ پر رجوع کریں۔

منظور حسین ضیا ناظم جمعیۃ علماء اسلام
فرینڈز کارپوریشن سکول بازار صادق آباد

خدام الدین

۱۰ رجب المرجب سنہ ۱۳۹۳ھ
۱۰ اگست سنہ ۱۹۷۳ء

جلد ۱۹ شمارہ ۱۲



مندرجات

رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور
مدیر
مجاہد الحسینی

۱۴ اگست سنہ ۱۹۴۷ء ـــــ یوم آزادی
۱۴ اگست سنہ ۱۹۷۳ء ـــــ ....؟

آج سے ۲۶ سال پہلے ۱۴ اگست کو جب آزادی کا سورج ننھے منے معصوم بچوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کی بے شمار لاشوں کی اوٹ سے طلوع ہوا تھا۔ ہر طرف خون ہی خون اور لاشیں ہی لاشیں تھیں۔ کئی سہاگ اجڑ گئے اور عصمتوں کے فانوس بجھ گئے تھے۔ گھر بار اور عزت و آبرو لٹ جانے کے باوجود ـــ فرزندان اسلام نے جب سرزمین ہند سے سرزمین پاکستان میں قدم رکھا تھا تو ان کے چہرے مسرت سے تمتما گئے تھے۔ ان کے حوصلے بلند اور ان کا ولولہ جوان تھا وہ یہ پورا اعتماد اور یقین رکھتے تھے کہ پاکستان ان کی امنگوں اور آرزوں کا سہارا بنے گا۔ اور انھوں نے جس مقدس مقصد کی خاطر بے انداز قربانیاں دی ہیں رائیگاں نہیں جائیں گی کہ پاکستان ایک مثالی اسلامی ریاست بنے گا۔ یہاں کا معاشرہ اسلامی اخلاق و کردار کا آئینہ دار ہوگا۔ عدل و انصاف اور مساوات کا دور دورہ ہوگا۔ امارت و غربت کے امتیازات مٹ جائیں گے۔ ظلم و تعدی کا نام و نشان تک نہ ہوگا۔ امن و سکون اور صحت و عافیت کی زندگی ہوگی اور ہم بہت جلد دکھ درد اور وہ کچوکے بھول جائیں گے، جو ۱۴ اگست سنہ ۱۹۴۷ء کو برطانوی سامراج کی سازش سے ہندو سکھ درندوں کے ہاتھوں لگے ہیں۔

مگر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد انھیں اس امر کا احساس ہوگیا کہ قائد اعظم، شہید ملت اور سردار عبدالرب نشتر کے بعد اس ملک کی زمام اقتدار جن لوگوں کے ہاتھ میں آگئی ہے وہ اس پاکستان کو تباہیوں اور بربادیوں کی عمیق گھاٹیوں میں دھکیل رہے ہیں۔ چنانچہ ۲۵ سال کے طویل عرصہ میں پاکستان غیروں کے نہیں اپنوں کے ہاتھوں تباہیوں اور بربادیوں ہی کا شکار رہا اور بالآخر سنہ ۱۹۷۱ء میں یحییٰ خاں ایسے شرابی صدر مملکت کے ہاتھوں ۱۴ اگست سنہ ۱۹۴۷ء کا پاکستان ختم ہوگیا۔ اور مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کا وجود ختم ہوجانے کے بعد پیپلز پارٹی کے سربراہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی زیر قیادت ایک نیا پاکستان معرض وجود میں آیا۔ جس کی جغرافیائی حدود عملی طور سے وہ نہیں تھیں جو اگست ۱۹۴۷ء میں قوم کے سپرد ہوا تھا۔ پیپلز پارٹی کے سربراہ اور پاکستان کے صدر مملکت جناب ذوالفقار علی بھٹو نے برسر اقتدار آنے کے بعد قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اب نیا پاکستان جلد ہی پرانے پاکستان کا مقام حاصل کرلے گا۔ اب ہمیں اس پاکستان کا وجود برقرار رکھنے اور اس کی سالمیت کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہوجانا چاہیئے۔ چنانچہ نئے پاکستان کو بھی ایک سال سے زیادہ عرصہ گذر رہا ہے۔ قوم میں افتراق و انتشار ہے ملک بے شمار جماعتوں اور طالع آزما سیاست دانوں کی ہوس اقتدار کی رسہ کشی کی آماجگاہ بن گیا ہے۔ سیاسی افراتفری ہے ـــ اخلاقی اعتبار سے قوم دیوالیہ ہوگئی ہے اور ۱۴ اگست ۱۹۷۳ء ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کا نوحہ خواں!

• عالم اسلام کا ناسور

معاصر مشرق رقمطراز ہے اسرائیل کا قیام عالم اسلام کے خلاف مسلمانوں کے ازلی دشمنوں کی سب سے بڑی اور انتہائی ناپاک سازش ہے یہ مصنوعی مملکت جان بوجھ کر اس مقصد کے تحت وجود میں لائی گئی ہے کہ استعماریت کا خنجر اسلام کے حلقہ بگوشوں کے قلب میں ہمیشہ پیوست رہے اور مسلمانوں کے لیے پے در پے اتنے قوی اور بین الاقوامی مسائل پیدا کیے جاتے رہیں کہ وہ کبھی اسلام کے جھنڈے تلے متحد ہوکر ترقی کرنے اور آبرومندانہ زندگی گذارنے کے قابل نہ ہوسکیں اس سلسلہ میں سب سے بڑی ستم ظریفی یہ ہے کہ مسلمانوں پر بالعموم اور عربوں پر بالخصوص اس طرح ظلم اور زیادتی کی ذمہ داری کسی غیر مہذب قوم کے درندہ صفت فوجیوں پر عاید نہیں ہوتی بلکہ اس انسانیت کشی کا ارتکاب بیسویں صدی کے مہذب دور میں مغربی طاقتوں نے ایک طے شدہ منصوبے کے تحت کیا ہے جو بات بات پر جدید تہذیب، سائنسی نقطۂ نظر، اعلیٰ اخلاقی اصولوں، جمہوری قدروں اور انسانی حقوق سے وابستگی کے دعوے کرتے نہیں تھکتیں۔

اسرائیل کے قیام کے حق میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ یہودی چونکہ دو ہزار سال قبل فلسطین میں آباد تھے اس لیے صیہونیوں کو وہاں اپنی مملکت قائم کرنے کا حق حاصل ہے لیکن اس دلیل کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو فلسطین پر عربوں کا حق یہودیوں سے بھی زیادہ فائق ہے۔ کیونکہ وہ کنعانیوں کے دور سے وہاں بستے چلے

آ رہے ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کے قیام کے وقت وہاں یہودیوں کی آبادی صرف بیس فیصد تھی اور چھ فیصد زمین ان کے قبضہ میں تھی لیکن اپنی عریاں جارحیت اور عربوں پر انسانیت سوز مظالم کی بدولت اسرائیل نہ صرف پورے فلسطین پر قابض ہو گیا ہے بلکہ اس نے اردن، شام اور مصر کے وسیع علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا ہے اسرائیل کے توسیعی عزائم ابھی ختم نہیں ہوئے وہ اپنے خفیہ ایجنٹوں اور تخریب کاروں کے ذریعے تمام اسلامی ملکوں کی بنیادیں کھودنے میں مصروف ہے اور عالم اسلام کا فرض ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس ناسور کو کاٹ کر پھینک دیں، لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب اسلامی ملکوں میں فکر و عمل کی وحدت، یک جہتی اور خود شناسی پیدا ہو جائے۔

• آئمہ مساجد کیلئے زمین

خدام الدین کے گزشتہ شمارے میں مولوی فقیر محمد صدر انجمن نوجوانان اسلام لائلپور کا ایک مراسلہ شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ مئی ۱۹۷۱ء میں گورنر پنجاب اور بورڈ آف ریونیو کے سینئر رکن جناب محمد مسعود سے درخواست کی گئی تھی کہ دیہات کے آئمہ مساجد کو ان کی اقتصادی حالت درست کرنے کے لیے ۱۲½ ایکڑ زمین سرکاری رقبہ سے عطا کی جائے! چنانچہ ان — کی سفارش پر حکومت نے ۱۲½ ایکڑ کی بجائے چار ایکڑ زمین دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

جناب محمد مسعود سی ایس پی (ریٹائرڈ) کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں ہاری رپورٹ کے مصنف، اوقاف کے سابق ناظم اعلیٰ — اور بورڈ آف ریونیو کے سابق رکن — اور علماء حق خصوصاً حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے علاوہ ملک کے جلیل القدر علماء سے گہرے تعلقات و روابط رکھنے والے کھدر پوش مسعود نے اپنے دورِ اختیار میں معرکہ آراء کارنامے انجام دیئے ہیں ان میں سے دیہات کے آئمہ مساجد کے لیے زرعی اراضی کی الاٹمنٹ کی سفارش ہے حکومت نے ان کی تجویز کے مطابق نہ سہی چار ایکڑ اراضی دینے کا فیصلہ کر کے اگرچہ مستحسن قدم اٹھایا ہے مگر یہ "اونٹ کے منہ میں زیرہ" کے مصداق ہے حکومت نے جب دیہات کے آئمہ مساجد کی اقتصادی حالت سدھارنے اور ان کی زبوں حالی دور کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا ہے تو پھر پوری طرح اور موثر انداز میں کرنا چاہیئے کیونکہ دیہات کے آئمہ مساجد کو انگریزی دور حکومت میں ذلیل و خوار کرنے کے تمام حربے استعمال کئے گئے تھے کہ انہیں کمیوں کی فہرست میں شامل کیا گیا — قیام پاکستان کے بعد ایک اسلامی مملکت میں ان کے بلند منصب اور مقدس فرائض کی بنا پر ان کا بے حد اعزاز و اکرام ہونا چاہیئے تھا ان کی ذاتی ضروریات کی تکمیل اور انکی اقتصادی، معاشی اصلاح احوال میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرنا چاہیئے تھا۔ خیر گذشت آنچہ گذشت۔ اب ارباب اقتدار کو چاہیئے کہ دیہات کے آئمہ مساجد کے لیے کم از کم گذارہ یونٹ ۱۲½ ایکڑ زمین ضرور مخصوص کریں اور اس کے ساتھ ساتھ شہری مساجد کے آئمہ کرام کو بھی نگاہ میں رکھیں اور اضافی بستیوں میں رہائشی قطعات اراضی الاٹ کریں کیونکہ جب مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے ان کی خوراک و رہائش وغیرہ ضروریات پوری کرنے میں دلچسپی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے تو خطباء کرام — آئمہ مساجد اور دیگر علماء کرام کو نظرانداز کرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ ارباب حکومت ایک طرف تو علماء کا وقار بلند کرنے کے دعوے کرتے اور منصوبوں کا اعلان کرتے ہیں اور دوسری جانب ان علماء و خطباء اور آئمہ مساجد کے شایان شان کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا جاتا ہے۔ بہرحال حکومت کی طرف سے دیہات کے آئمہ مساجد کے لیے چار ایکڑ زرعی اراضی کی الاٹمنٹ کا جو فیصلہ کیا گیا ہے اس پر عمل درآمد میں تاخیر نہ ہونی چاہیئے اور اس مظلوم طبقے کی معاشی مشکلات رفع کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا چاہیئے۔

• کشمیری لیڈر کی حب الوطنی

ممتاز کشمیری رہنما شیخ محمد عبداللہ نے وصیت کی ہے کہ انتقال کے بعد ان کی میت دفن کرنے کی بجائے خلیج عرب میں پھینک دی جائے۔ انہوں نے سرینگر میں مسلمانوں کے ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک غلام کشمیر میں دفن ہونا نہیں چاہتے چنانچہ ان کی لاش کو اس سمندر میں پھینک دیا جائے جس میں سے ہو کر حاجیوں کے جہاز حرم مقدس کی طرف جاتے ہیں انہوں نے کہا میرے لیے یہی بہت ہوگا کہ میری لاش کو چھونے والی پانی کی لہریں زائرِ حرم کو آتا جاتا دیکھتی رہیں گی — شیخ محمد عبداللہ نے اپنی وصیت میں بحر عرب اور عازمین حج کا جس انداز میں ذکر کیا ہے اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شیخ صاحب اپنے مشن اور مقصد میں کس قدر مخلص ہیں اور تا حیات اپنے مشن کو جاری و ساری اور کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں۔

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

ایک ہمہ گیر مثالی انقلاب

جس نے عرب و عجم کو جھنجھوڑ کر خواب غفلت سے جگایا

تحریر: مجاہد الحسینی

نسیم صبح کی عطر بیزیاں جب لالہ و گل اور سوسن و ریحان سے اٹھکیلیاں کرتی گذرتی ہیں تو ہر طرف ایک زندگی اور ہر سمت ایک بہار کی نمود ہو جاتی ہے۔ جب مرغان سحر کی بانگ بلبلوں کی نغمہ سرائی اور کوئل کی کوک سے رات کی مہر سکوت ٹوٹنے اور طلوع صبح کا اعلان ہوتا ہے تو ہر طرف زندگی کے آثار ہویدا ہو جاتے ہیں ذرہ ذرہ جاگ اٹھتا ہے۔ چڑیاں چہچہا کر "جاگو ہوا سویرا" کا ایک شور برپا کر دیتی ہیں۔ کوّے کائیں کائیں کرتے آشیانے چھوڑ کر جوق در جوق آبادی سے دور نکل جاتے ہیں۔ دہقان اپنے ناتواں کندھے پر "ہل" کا بوجھ اٹھاتے بیلوں کی جوڑی ہانکتے کھیت میں پہنچ جاتا ہے۔

ادھر سورج شب تاریک کا دبیز پردہ چاک کر کے جب اپنی پہلی کرن اکناف عالم پہ بکھیرتا ہے تو ظلمات اور خوابیدگی کی ایک ایک کڑی ٹوٹ چکی ہوتی ہے اور دنیا میں انقلاب و تغیر کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے

ہے طلوع صبح صادق اک پیام انقلاب
روشنی پھیلا رہا ہے زندگی کا آفتاب

خورشید جہاں تاب، انقلاب و تغیر کے ترجمان روزانہ مسکراتا ہوا اور قہقہے لگاتا ہوا آتا ہے شام کو اداس اور مغموم چہرہ ایک رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چلا جاتا ہے

اس کی زندگی سراپا انقلاب ہے وہ صبح کو اپنے جلو میں ایک انقلاب لے کر نمودار ہوتا ہے اور شام کو ایک انقلاب لے کر روپوش ہو جاتا ہے اس نے صبح و شام کی مسلسل اور منتظم گردشوں میں اگرچہ بڑے بڑے انقلابات کا طلوع و غروب دیکھا ہے لیکن صفحۂ گیتی پر جس عظیم الشان انقلاب کا منظر آج سے چودہ سو سال پہلے چھٹی صدی عیسوی میں دیکھنے میں آیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے

وہ ایک ایسا انقلاب ہے جس کے پہلو میں صرف طلوع ہی طلوع اور اٹھان ہی اٹھان تھی۔ وہ انقلاب صرف ایک خاندان، ایک طبقہ، ایک جماعت، ایک شہر یا ایک ملک کا انقلاب نہیں تھا بلکہ ایک ایسا ہمہ گیر

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

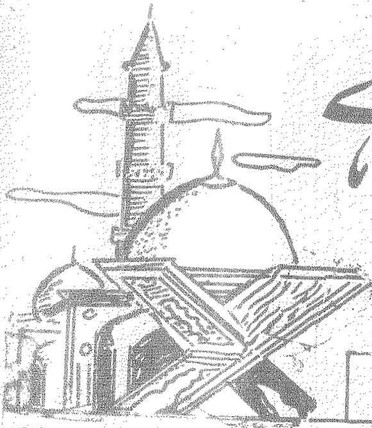
اجتماع

جمعۃ المبارک

۲۰ جولائی ۱۹۷۳ء

مرتب

عبدالرشید انصاری



رضائے الٰہی کیلئے ایثار و قربانی کی ضرورت ہے

دینی تعلیمات سے روگردانی گناہ کو بڑھاتی اور نیکی کو روکتی ہے !!

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم کا خطاب

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی : امّا بعد :

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝ (آل عمران ۹۲)

ترجمہ : ہرگز نیکی میں کمال حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز سے کچھ خرچ کرو اور جو چیز تم خرچ کرو گے بے شک اللہ اسے جاننے والا ہے۔

اسلام دنیا کو اخوت و مودت، فلاح و ترقی اور اللہ تعالٰے کی رضا و خوشنودی کے روشن راستہ پر چلانا چاہتا ہے۔ پورا قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اسی راستہ کی دعوت ہے۔ قرآن پاک کی مذکورہ آیت اس باب میں عظیم حیثیت رکھتی ہے۔ اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالٰے کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کا طریقہ بیان فرما دیا گیا اور وضاحت کے ساتھ یہ حقیقت بیان فرما دی گئی ہے کہ رضائے الٰہی کے حصول کے لیے اسی راستہ کو لازماً اختیار کرنا ہو گا جو یہاں بیان کیا گیا ہے۔ وہ طریقہ اور نجات آفریں عمل جس کے کرنے سے رب العالمین اپنی رضا و خوشنودی سے اپنے بندے کو نوازتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنا سب کچھ اللہ کے سپرد کر دے خود بحیثیت ایک امین کے رہے۔ جو نعمتیں اللہ تعالٰے نے دنیا میں عطا فرمائی ہیں ان میں خیانت نہ کرے یعنی انہیں اسی جگہ صرف کرے جہاں پر ان کے استعمال کی اللہ تعالٰے نے اجازت دی ہو اور حکم فرمایا ہو۔ اور ان میں سے جب کسی چیز کی فی سبیل اللہ ضرورت پیش آئے تو بخوشی اسے اللہ کی راہ میں قربان کر دے خواہ اس چیز سے اسے کتنی ہی محبت کیوں نہ ہو گئی ہو۔ بلکہ اس کے دل و دماغ میں ہر وقت یہ تڑپ اور یہ طلب مچلتی رہنی چاہیے کہ مجھے اللہ کی راہ میں اپنی محبوب سے محبوب تریں چیز کی قربانی پیش کرنے کا موقعہ نصیب ہو جائے۔ اس سے عملاً ثابت ہو جائے گا کہ ہمیں صرف اللہ تعالٰے سے محبت ہے۔ ہم دین کی بالادستی قائم کرنے اور خدا کے رسول کی اتباع و فرمانبرداری میں کسی طرح کی رکاوٹ برداشت نہیں کرتے۔ ہمارے اعزہ واقارب، ملک و قوم، مال و دولت، اہل و عیال میں سے کوئی بھی حتّٰی کہ ہمارا اپنا وجود اور اپنی جان بھی اللہ تعالٰے کے کسی حکم کے مقابلہ میں ہمیں محبوب نہیں ہے اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ

در حقیقت مالک ہر شے خدا است
ایں امانت چند روزہ نزد ما است

رضاء الٰہی سے بہرہ ور ہونے کے لیے حکم شریعت اور اسوہ پیمبری کی پیروی میں ایثار و قربانی کی جو قندیلیں اکابرین اسلام نے روشن کی ہیں وہ قیامت تک امت کی رہنمائی کرتی رہیں گی سورۃ توبہ میں ایک جگہ ارشاد ہے۔ کہ

ترجمہ : اہل مدینہ اور مدینہ کے گرد و نواح میں رہنے والوں کو ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کفر کی سرکوبی اور ظلم کے استیصال کے لیے ریگزاروں اور سنگلاخ وادیوں کا سفر طے کر رہے ہوں اور وہ پیچھے گھروں میں بیٹھے رہیں۔ انہیں اللہ کے رسولؐ کی جان سے زیادہ اپنی جانوں سے محبت نہیں ہونی چاہیے۔"

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے دین کی حفاظت مظلوموں کی حمایت اور حق و انصاف کے لیے میدانِ کارزار میں تشریف لے گئے ہوں اور کوئی مومن اسلام اور ملت کے دفاع اور اللہ کے رسولؐ کی حمایت و حفاظت سے بے نیاز ہو کر اپنی جان بچائے گھر میں بیٹھا رہے یہ ایمانِ صادق کی دلیل نہیں بلکہ نفاق کا ثبوت ہے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے اپنے والدین، بیوی بچوں اور اپنی جان سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس محبوب اور عزیز نہ ہو۔

غزوۂ تبوک کے موقعہ پر ایک صحابی حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ تعالٰے عنہ لشکر اسلام کے ساتھ نہ جا سکے اور گھر ہی رہ گئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی روانگی کے بعد اپنے کھجوروں کے باغ میں پہنچے۔ ٹھنڈے خوشگوار درختوں کے سائے تلے بیٹھ گئے۔ فرمانبردار بیوی نے پانی چھڑک کر جگہ کو مزید ٹھنڈی کر کے چٹائی کا فرش بچھایا، سرد و شیریں شربت کا گلاس اپنے شوہر کی خدمت میں پیش کیا اور تازہ کھجوروں کے خوشے سامنے لا رکھے۔ یہ عیش و نشاط اور سامان آرام و راحت، حضرت ابو خیثمہ رضہ پریشان ہو گئے جیسے قلب و جگر پر بجلی گری ہو۔ کہنے لگے :۔

"افسوس اس زندگی پر کہ میں تو خوشگوار چھاؤں، ٹھنڈے میٹھے پانی اور باغ و بہار کے مزے لوٹ رہا ہوں اور خدا کا محبوب پیغمبر ایسی سخت لو اور گرمی و تشنگی کے عالم میں جنگل اور پہاڑ طے کر رہا ہے۔"

ہر چیز سے بے نیاز ہو گئے۔ خدا کے رسولؐ کی محبت نے تڑپا کے رکھ دیا۔ فوراً سواری منگوائی ہتھیار زیب تن کیے اور سب کچھ وہیں چھوڑ چھاڑ کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے "نقش قدم" پر چل نکلے۔ تیز دھوپ میں، جلتی ریت پر جوان اونٹنی تیز ہوا کی طرح بھاگے جا رہی تھی۔ بالآخر ابو خیثمہ رضہ کی آنکھیں قافلۂ اسلام کو دیکھ کر ٹھنڈی ہوئیں۔ محنت کام آ رہی تھی اور حضرت ابو خیثمہ رضہ شمع نبوت کی جانب پروانہ وار کھنچے چلے جا رہے تھے۔ ادھر صحابہؓ نے بھی دور جنگل میں دھول اڑتی ہوئی دیکھی، محسوس ہوا کہ کوئی ان کی جانب بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ امیر کارواں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ کُنْ اَبَا خَیْثَمَہ۔ ابو خیثمہ ہو۔ اور ابو خیثمہ رضہ اپنے ساتھیوں سے جا ملے رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں آ گئے جیسے اس سے پہلے مچھلی پانی سے باہر تڑپ رہی تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک دن اہل مجلس سے پوچھا۔ بتاؤ شجاع ترین شخص کون ہے؟ سب نے عرض کیا۔ آپ !

(باقی صفحہ ۲ پر)



سجی ہے انجمن درد و سوز و ناز و نیاز ہوئے ہیں اس پہ مرتب مشاہدات حجاز

مشاہداتِ حجاز (۱۸)

مجاہد الحسینی

غسلِ کعبہ کی ایمان افروز تقریب

سیاہ فام افریقی اور سوڈانی جھاڑو کے تنکے منہ میں لیے غسل کعبہ کا پانی چوس رہے تھے

اس مقدس تقریب میں بھی پاکستان کی سالمیت اور جنگی قیدیوں کی رہائی کی دعائیں کی گئیں

• غسلِ کعبہ کا بابرکت تذکرہ

مولانا نیازی نے بتایا کہ حکومت سعودیہ کی جانب سے مختلف ممالک اسلامیہ کے وفود کے قائدین کو غسل کعبہ کی تقریب میں شرکت کی دعوت تھی۔ اور آپ جانتے ہیں کہ میں تو اپنے گھر سے ہی یہ نیت کر کے چلا تھا کہ خدا کے گھر کی جاروب کشی کا شرف ضرور حاصل کروں گا۔ حکومت سعودیہ اگر مجھے شرکت کی دعوت نہ بھی دیتی۔ جب بھی میں خود ہی شاہ فیصل کی خدمت میں اس کے لیے درخواست پیش کرتا۔ بہرنوع اللہ تعالیٰ نے اس تقریب میں شرکت کا اعزاز بخشا۔

غسل کعبہ کی تقریب میں پاکستان سے صرف مجھے اور پاکستانی سفارت خانہ کے ناظم الامور جناب شاہد امین کو دعوت نامہ ملا تھا۔ اس کے برعکس دوسرے وفود سے دو دو تین تین ارکان شریک تھے۔ ساڑھے آٹھ بجے مطاف خالی کرا لیا گیا۔ ہر طرف پولیس اور فوج کے سپاہیوں نے حلقہ بنا لیا۔ شاہ کی آمد سے قبل مہمانوں کو جن کی تعداد ایک سو سے کم ہوگی۔ باری باری بیت اللہ شریف کے اندر نفل پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہی اصل خانہ کعبہ ہے جہاں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام سے لے کر نبی آخر الزماں ﷺ نے ربّ کعبہ کے حضور سجدے کیے ہیں۔ کون جانتا ہے جہاں ہم گنہ گاروں کے ماتھے ٹکے تھے۔ یہاں کس کس نبیؑ اور صحابیؓ کی پیشانی لگ چکی ہوگی۔ میں ایک دفعہ نفل ادا کرنے کے بعد نیچے اترا تو شاہ فیصل آ چکے تھے اور طواف میں مشغول تھے چند منٹ کے بعد سعودی وزیر حج کی معرفت میں دوبارہ بیت اللہ شریف میں داخل ہوا۔ اب باہر کے مہمانوں میں سے صرف مصر کے وزیر حج و اوقاف اندر رہتے پائیں۔ تھوڑی ہی دیر میں شاہ فیصل بھی سعودی عمائدین کے ساتھ تشریف لے آئے۔ وہ دو رکعت نماز ادا کر چکے تو حاضرین کو بالٹیوں سے بندھے ہوئے بڑے بڑے جھاڑو تقسیم کر دیئے گئے۔ اس گھر کے جاروب کشوں میں آج میں بھی شامل تھا۔

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔ گلاب سے بھری ہوئی بالٹیاں فرش پر انڈیل دی گئیں۔ جھاڑو حرکت میں آئے۔ فرش دھل رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ ہمارے نامہ ہائے اعمال کی سیاہی بھی۔ عجیب بات ہے مجھے یوں لگا جیسے میرا لڑکا فاروق بھی یہیں کہیں موجود خانہ کعبہ کو غسل دینے میں شریک ہے۔ کعبہ کا فرش اور دیواریں دھل چکیں تو شاہ نیچے اترے، ان کے پیچھے پیچھے ہم بھی، میرے کندھے پر جھاڑو کا بانس رکھا ہوا تھا۔ آج زندگی میں پہلی بار افتخار کا احساس ہوا۔ دنیوی اقتدار نے تو خدا کا شکر ہے طبیعت میں پہلے سے زیادہ عجز پیدا کر دیا ہے مگر آج کچھ پندار کا رنگ جھلک رہا تھا۔ اس مہربان آقا نے اپنے گھر کی جاروب کشی کا منصب عطا فرما دیا۔ اب اس کے بعد اور کیا درکار ہے۔

شاہ روانہ ہوئے تو سپاہیوں کے حصار میں بے تاب و بے قرار اجتماع دیوانہ وار مجھ پر ٹوٹ پڑا وہ اس جھاڑو کے تنکے توڑنا چاہتے تھے جو میرے کندھے پر رکھا ہوا تھا کچھ دیر تو میں نے مزاحمت کی۔ چند پاکستانیوں نے بھی میرے گرد حلقہ بنانے کی کوشش کی لیکن عقیدت کے اس طوفان میں میری حیثیت ایک تنکے سے زیادہ نہ تھی۔ میری عینک کا شیشہ بھی ٹوٹ گیا۔ سیاہ فام افریقی اور سوڈانی جھاڑو کے تنکوں کو منہ میں لیے اس کا پانی چوس رہے تھے۔ یہ جھاڑو میرے نزدیک سرفرازی و ارجمندی کا علم تھا میں بھی آسانی سے اسے چھوڑنے والا نہ تھا۔ لیکن یہ کشمکش جاری رہتی تو کتنے ہی آدمی ہجوم کے پیروں تلے کچلے جاتے۔ میں نے جھاڑو ہجوم کے حوالے کر دیا۔ خانہ کعبہ سے نکلتے ہوئے اپنی قیام گاہ تک میں برابر یہی سوچ رہا تھا کہ اس قوم کو اپنے دین سے کتنا عشق ہے۔ کاش عشق کے اس چراغ میں شعور کا روغن بھی ڈالا جا سکتا۔

مولانا نیازی نے بتایا کہ عظمت اور فضیلت کا احساس میرے دل میں دنیاوی اسباب و وسائل یا حکومت و اقتدار کی وجہ سے کبھی پیدا نہیں ہوا اس روز غسل کعبہ کی تقریب سعید میں شرکت کا شرف و اعزاز پا کر واقعی فضیلت کا احساس ہوا۔ وذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء۔ تحدیث نعمت کے طور پر اس شرف و اعزاز کا جتنا بھی ذکر کیا جائے کم ہے۔

مولانا نیازی نے بتایا کہ غسل کعبہ وہ معطر پانی جس سے خانہ کعبہ کو غسل دیا گیا ایک بڑی بوتل میں ہمیں بھی دیا گیا ہے اس پر میرے اور میرے تمام ساتھیوں نے بیک زبان اس سے کچھ تبرک کی درخواست کی جس کا انہوں نے وعدہ کیا کہ پاکستان جا کر اس تبرک کی سعادت سے سب کے دامن بھرے جائیں گے اور اگر ممکن ہو سکا تو جھاڑو کے تنکے بھی مہیا کیے جائیں گے۔ مولانا نیازی نے غسل کعبہ کی تقریب سعید کا ایمان افروز حال اس قدر رقت انگیز صورت میں بیان کیا کہ ایمان تازہ ہو گیا۔ دلوں کا تکدر دھل گیا۔ قلب و نظر منور ہو گئے۔

مولانا کوثر نیازی نے بتایا کہ غسل کعبہ کی تقریب کے دوران زار و قطار روتے ہوئے میں نے پاکستان کی سالمیت اور استحکام، اس کی عظمت اور ترقی، اسے پیش آمدہ مشکلات و مصائب سے نجات، باشندگانِ پاکستان کی خیر و عافیت دین و دنیا میں اس کی سربلندی و سرفرازی اور پاکستان کے جنگی قیدیوں کی رہائی کے لیے خاص طور سے دعائیں کیں۔ دعا کے بعد میرا احساس اور تاثر یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ملت اسلامیہ کی مشکلات دور کر دی ہیں اور اب درد و غم کی بجائے مسرتوں اور قلبی طمانیت و سکون کے دن آئیں گے۔ انشاء اللہ۔

مولانا نیازی نے پاکستان کی حج پالیسی پر بھی اظہار خیال کرتے ہوئے بتایا کہ آئندہ سال انشاء اللہ چند انقلابی اقدامات کا ارادہ ہے اللہ تعالیٰ سے کامیابی کی دعا کریں۔ مولانا نیازی نے دوسرے روز ۲۰ جنوری کو چونکہ پاکستانی سفارت خانے میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرنا تھا اس لیے تیاری کی معذرت پیش کر کے اپنی رہائش گاہ کو واپس تشریف لے گئے۔

جنگ آزادی کے عظیم قائد

اسیرِ مالٹا شیخ الہند مولانا محمود الحسن قدس سرہ العزیز

تحریر: مولانا عزیز الرحمٰن مفتی

حضرتؒ ۱۲۸۸ھ میں ابھی پورے طور پر فارغ التحصیل بھی نہ ہوئے تھے کہ آپ کو معین مدرس کر دیا گیا۔ تقریباً پورے ایک سال آپ نے مدرسہ میں معین مدرس کی حیثیت سے طلباء کو مختلف کتابیں پڑھائیں جب طلباء کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ تو منتظمین حضرات کو اسٹاف بڑھانے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت تک (۱۲۹۲ھ) شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے (جو اس وقت مہتمم تھے) مدرس چہارم کے لئے حضرت شیخ الہندؒ کو منتخب کیا۔

حضرت شیخ الہندؒ کے والد ماجد چونکہ ایک متمول آدمی تھے وہ تنخواہ لے کر پڑھانا پسند نہ کرتے تھے اس لئے معاوضہ لینے سے انکار کر دیا۔ لیکن حضرت شاہ صاحب موصوف کے سامنے ان کو بھی مجبور ہونا پڑا اس طرح حضرت شیخ الہندؒ کو ۱۵ روپے ماہوار پر مدرس چہارم بنا دیا گیا۔ اسی طرح ۱۲۹۲ھ میں مدرسہ عربیہ دیوبند کے باضابطہ چار استاد ہو گئے۔

۱۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر المدرسین
۲۔ حضرت مولانا سید احمد صاحب دہلوی مدرس دوم
۳۔ حضرت مولانا ملا محمود صاحب مدرس سوم
۴۔ حضرت مولانا محمود حسن صاحب شیخ الہند مدرس چہارم

حضرت مولاناؒ اگرچہ مدرس چہارم تھے۔ لیکن طلباء کو بڑی بڑی کتابیں پڑھایا کرتے تھے۔ ارشاد فرماتے میں ابتداء میں قطبی اور قدوری پڑھا دینے کو بھی غنیمت سمجھتا تھا (از میاں اصغر حسین صاحب ص۱۳)

۱۲۹۳ھ میں یعنی تقرر کے دوسرے سال آپ نے ترمذی، مشکوٰۃ، ہدایہ وغیرہ تو کتابوں کے اسباق پڑھائے۔ اس وقت مدرسہ مسجد قاضی اور جامع مسجد سے منتقل ہو کر اپنی موجودہ عمارت میں آچکا تھا ۱۲۹۴ھ میں آپ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے واپسی پر ۱۲۹۵ھ سے بخاری شریف وغیرہ بھی پڑھانا شروع کر دیں۔

۱۲۹۷ھ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کا وصال ہو گیا۔ تو آپ نے چند دنوں کے لئے پڑھانا بند کر دیا تھا۔ لیکن حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کے سمجھانے سے پھر پڑھانا شروع کر دیا اور ۱۳۰۲ھ یعنی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے وصال تک مدرس دوم کی حیثیت سے درس دیتے رہے ۱۳۰۵ھ میں جب مولانا سید احمد صاحب مدرس اوّل بھوپال تشریف لے گئے اور آپ صدر مدرس بنا دئے گئے۔

اس وقت یعنی ۱۳۰۵ھ لغایت ۱۳۳۹ھ تک آپ نے دارالعلوم دیوبند کی صدر مدرسی کے فرائض انجام دیئے اس طرح دارالعلوم دیوبند میں آپ نے از ۱۲۸۹ھ لغایتہ ۱۳۳۹ھ تقریباً پچاس سال علم نبوت کی اشاعت فرمائی۔

اس مدت میں حضرتؒ نے کبھی ترتیب درجات اور مقدار مشاہرہ پر توجہ نہیں دی اور نہ اس کا خیال کیا۔ وہ ہمیشہ دارالعلوم دیوبند کی خدمات خدا کا کام سمجھ کر کرتے رہے مجھے صحیح روایات کے ذریعہ معلوم ہوا ہے کہ آپ مشاہرہ قبول ضرور فرماتے تھے لیکن بکراہت اور بضرورت (از میاں اصغر حسین صاحب ص۲۰) کیونکہ متاخرین فقہاء حنفیہ نے تعلیم پر ضرورتاً اجرت کو جائز قرار دیا ہے۔ اور مشہور قاعدہ ہے۔ الضرورۃ بقدر الضرورۃ۔ (ضرورت قدرے ضرورت تک ہی محدود ہے) چنانچہ خلفائے راشدین اور اسلاف کے جن کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں، کا یہی معمول رہا ہے۔ کہ انہوں نے قومی اور ملی خدمات پر بقدر ضرورت رزق پر اکتفا کیا ہے بلکہ بہت سے واقعات تو اس قسم کے موجود ہیں۔ کہ وہ حضرات ضرورتوں کو سمیٹے ہوئے تھے اور عسرت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے افسوس کہ آج ان اوصاف کے حامل نظر نہیں آتے ہیں۔

حضرت شیخ الہند کو بہت سے ایسے مواقع پیش آئے کہ وہ چاندی اور سونے کے چبوترے پر بیٹھتے مگر انہوں نے ہر حال میں دارالعلوم دیوبند کی فقیرانہ زندگی کو ترجیح دی۔ پیرجی عبدالرزاق صاحب گنگوہی نے ہر چند کوشش کی کہ مولانا دہلی تشریف لے آئیں اور شاہ ولی اللہ کی درس گاہ کو پھر سے آباد کریں۔ لیکن مولانا نے ہرگز یہ گوارہ نہ کیا (از میاں اصغر حسین صاحب ص۲۰)

۱۳۱۲ھ میں جب بوجہ گرانی دیگر مدرسین کے مشاہروں میں اضافہ ہوا تو بحکم مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ آپ کا مشاہرہ پچاس روپے ہو گیا۔ آپ نے خاموشی سے قبول فرما لیا۔ دو مرتبہ استاد شفیق کو خواب میں فرماتے دیکھا "محمود حسن کب تک مشاہرہ لیتے رہو گے" دونوں مرتبہ پورا عزم کر لیا کہ اب نہ لوں گا مگر حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے ادب سے مجبور رہے۔ اجازت نہ دی ہنس کر فرمایا نہیں ان کو کہنے دو ہرگز نہ چھوڑو۔ مگر جب حضرت مولانا ممدوح کی وفات ہو گئی اور ماتحت مدرسین کے اضافہ کے ساتھ آپ کے پچھتر روپے مقرر ہوئے تو آپ اضافہ بالکل قبول ہی نہ فرمایا اور کچھ عرصہ کے بعد مشاہرہ لینا بالکل بند کر دیا اور پھر بھی اسی پابندی اور دلسوزی سے درس دیتے رہے۔

حضرت شیخ الہند پابندی کے ساتھ صبح کی نماز ادا فرما کر درس کے لئے تشریف لے آتے تھے۔ کبھی وضو یا پیشاب کے لئے درمیان میں اُٹھتے تو مضائقہ نہیں تھا ورنہ مسلسل درس دیتے دیتے گیارہ بارہ بج جاتے تھے اور ظہر کے بعد بھی یہ مشغلہ موجود رہتا تھا ۱۳۳۲ھ سے پانچ چھ گھنٹہ درس دینا شروع کر دیا تھا اور بوجہ ضعف بقیہ اوقات درس سے فارغ رہتے تھے پھر جب علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اور مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مدرس ہو گئے تو بخاری اور ترمذی کا دو تین گھنٹہ درس دینے پر اکتفا کیا تھا

حضرت نے تمام عمر چٹائی پر بیٹھ کر درس دیا آخر عمر میں جب مرض بواسیر نے شدت اختیار کی تو خدام نے اسپرنگ دار گدا منوا دیا تھا۔ لیکن آپ اس پر بیٹھتے ہوئے کراہت محسوس کرتے تھے۔ مولانا کا حلقہ درس نہایت مہذب اور شائستہ ہوتا تھا جس میں ہر طرف سکون و وقار سایہ فگن ہوتا تھا دور دور سے ہر استعداد کے طلباء آتے اور آپ ہر ایک کو مطمئن فرما دیتے تھے۔ بہت سے طلباء تو کئی کئی سال دورہ حدیث پڑھانے کے بعد شریک درس ہوتے اور آپ ان سب کے شکوک و شبہات کا ازالہ فرماتے تھے

حضرت مولانا کی تقریر نہایت سلیس اور رواں ہوتی تھی نہ کہ خشکی اور نرمی، بلکہ آپ متوسط آواز میں مسلسل بولا کرتے تھے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جب آپ کو جوش آیا تو بولنے میں گلے کی رگیں پھولنے لگیں اور چہرہ کی رنگت بدل گئی بلکہ پورے وقار اور متانت کے ساتھ مسلسل تقریر جاری رہتا تھا اور سامعین مضامین اور دلائل و شواہد کے اظہار سے محسوس کرتے کہ اس وقت مولانا پورے جوش و خروش سے تقریر فرما رہے ہیں

طرز استدلال اتنا عجیب تھا کہ پہلے ہر مسئلہ کا اثبات قرآن پاک کی آیات پھر احادیث اور پھر آثار صحابہ سے ترتیب وار بیان فرماتے امام ابوحنیفہؒ کے مسلک پر جب قرآنی آیات تلاوت فرماتے۔ تو سامعین یہ یقین کر کے اٹھتے تھے۔ کہ یہی حق ہے۔

تمام ائمہ کا ادب و احترام حد درجہ ملحوظ رکھتے تھے۔ کسی بھی مصنف اور امام کی شان میں کوئی گرا ہوا لفظ نہ بولتے۔

امام مسلم نے جو اپنی کتاب میں امام بخاری پر تعریض کرکے گرفت کی ہے اس پر فرمایا جب ملاقات ہوئی تو بخاری کے خادم اور عقیدت مند ہو گئے۔ کاش اس طرح امام بخاری اور امام ابو حنیفہ کی ملاقات ہو جاتی تو اپنے سب اعتراض واپس لے لیتے لیکن افسوس کہ آج امام بخاری اور امام مسلم اور کسی بھی امام کی خیر نہیں ہے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں تھوتھا چنا باجے گھنا

"جو ظرف کہ خالی ہے صدا دیتا ہے"

طریقہ درس

حضرت شیخ الہند اسباق پوری تیاری اور پورے مطالعہ کے بعد پڑھاتے تھے۔ شروعات حدیث اور فقہ کو نہ معلوم کتنی کتنی مرتبہ دیکھ چکے ہیں۔ میاں اصغر حسین صاحب فرماتے ہیں ایک دن حضرت نے فرمایا ذرا عینی لاؤ۔ میں نے عرض کیا! بخاری کی شرح عینی فرمایا۔ نہیں تو اس کو تو دسیوں مرتبہ پڑھ چکا ہوں بلکہ ہدایہ کی شرح عینی لاؤ۔

حضرت شیخ الہند کا طریقہ درس اور جمع بین الاقوال والاحادیث وہی تھا جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی درسگاہ کا تھا۔ آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اقوال کو نہایت اعتماد اور احتیاط کے ساتھ پیش فرماتے تھے

اگرچہ آپ کو حدیث میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب پانی پتی اور بلا واسطہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب سے بھی اجازت حاصل تھی لیکن آپ حلقہ درس میں اپنی سند اس طرح بیان فرمایا کرتے تھے۔

۱۔ عن مولانا الشیخ محمد قاسم صاحب عن مولانا الشیخ عبدالغنی عن مولانا الشاہ محمد اسحق عن مولانا الشاہ عبدالعزیز عن مولانا الشاہ ولی اللہ دہلوی

۲۔ عن مولانا الشیخ احمد علی سہارنپوری، عن مولانا الشاہ محمد اسحق عن مولانا الشاہ عبدالعزیز عن مولانا الشاہ ولی اللہ الخ

افتتاح حدیث کراتے وقت اسلاف کا یہی طریقہ رہا ہے۔ اس لئے آپ بھی ہر سال پابندی سے اس پر قائم رہے

ربیع الاول ۱۳۰۲ھ میں حلقہ دارالعلوم دیوبند کو حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب صدر مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند کی وفات حسرت آیات کا جانکاہ صدمہ پیش آیا مولانا کی شخصیت شریعت و طریقت کو جامع تھی۔ آپ اپنے زمانہ میں مولانا محمد قاسم کے جانشین سمجھے جاتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا سید احمد صاحب دہلوی (جو علوم عقلیہ کے ماہر تھے) کو چالیس روپے ماہوار پر صدر مدرس منتخب کیا گیا۔ اور ملا محمود صاحب دیوبندی ۳۵ روپے ماہوار پر مدرس دوم اور حضرت شیخ الہندؒ صاحب تیس روپے مدرس سوم اور مولانا عبدالعلی صاحب مدرس چہارم مقرر ہوئے۔

دو سال کے بعد حضرت ملا محمود صاحب کا انتقال ہو گیا۔ تو حضرت شیخ الہندؒ ان کی جگہ ۳۵ روپے مشاہرہ پر مدرس دوم مقرر ہو گئے۔ جب ۱۳۰۵ھ میں حضرت مولانا سید احمد صاحب اپنی ذاتی ضروریات سے بھوپال تشریف لے گئے۔ اور حضرت شیخ الہند کو ان کی جگہ مدرس اوّل مقرر کر دیا گیا۔ ویسے تو حضرتؒ ۱۲۹۵ھ ہی سے درسیات کی بڑی کتابیں پڑھایا کرتے تھے۔ منطق، فلسفہ، علم معانی و بیان، تفسیر، حدیث تمام علوم کو بلا تکان پڑھاتے تھے۔ لیکن ۱۳۰۵ھ لغایتہ ۱۳۳۹ھ تقریباً ۳۴ یا ۳۳ سال آپ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث دونوں منصبوں کے تنہا مالک رہے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے ۱۲۹۵ھ لغایتہ ۱۳۳۹ھ کم و بیش چوالیس سال دارالعلوم دیوبند کے ایک مستقل مدرس کی حیثیت میں خدمات انجام دیں۔ اور تقریباً ۲۸ سال تو اس طرح پڑھایا کہ بجز چند اسفار کے کوئی سفر اختیار نہیں کیا۔ پڑھانے کے ساتھ ہی ساتھ آپ نے دارالعلوم دیوبند کی توسیع و ترقی کے لئے بیش از بیش خدمات انجام دیں۔ حقیقت یہی ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے جو بھی خاکہ اس مدرسہ کے لئے مرتب کیا ہوگا۔ اس کو مکمل کرنا۔ اور دیوبند کے اس چھوٹے سے مدرسہ کو دارالعلوم دیوبند کی شکل دیکر اسلامی ممالک میں ممتاز مقام پر پہنچا دینا یہ صرف تنہا حضرت شیخ الہند کا کام تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ کی مساعی جمیلہ کی وجہ سے اس مدرسہ میں آپ کے زمانے میں دوسرے ملکوں (کشمیر، پنجاب، سندھ، افغانستان، بخارا، سمرقند، تاشقند، برما رنگون، آسام، مدراس، وغیرہ) کے طلبا آنے شروع ہو گئے تھے۔ اور یہاں کے فارغ طلباء عرب، حجاز، اور مذکورہ تمام ممالک میں پھیل کر یہاں کے نقطۂ نظر کے مطابق اشاعت دین کرنے لگے تھے۔ اگر ترقی ہی کی حیثیت کو سامنے رکھ کر کسی کو بانی قرار دیا جا سکتا ہے۔ تو یہ سعادت حضرت شیخ الہند کو بھی حاصل ہے۔ لیکن دارالعلوم دیوبند کے بانی ہونے کی سعادت حضرت سید حاجی عابد حسین صاحب کے لئے مخصوص کر دی گئی تھی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

ممتاز تلامذہ

حضرت شیخ الہند کے تمام تلامذہ کی فہرست مرتب کرنا دشوار ہے۔ البتہ اس جگہ ان چند ممتاز تلامذہ کی فہرست مولانا محمد میاں صاحب کے رسالہ علماء حق حصہ اول سے[1] نقل کی جا رہی ہے۔ جو مشہور و متعارف ہیں۔

۱۔ سیدی و مرشدی حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی
۲۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
۳۔ علامہ بطل حریت عبیداللہ صاحب سندھی
۴۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری
۵۔ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب
۶۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند۔
۷۔ مولانا محمد میاں صاحب عرف مولانا منصور انصاری
۸۔ مولانا اعزاز علی صاحب شیخ الادب
۹۔ مولانا سید فخرالدین احمد صاحب صدر جمعیتہ علمائے ہند و شیخ الحدیث
۱۰۔ مولانا عبدالسمیع صاحبؒ مدرس دارالعلوم دیوبند
۱۱۔ مولانا احمد علی صاحبؒ مفسر قرآن لاہوری
۱۲۔ مولانا محمد صدیق صاحب مہاجر مدنی
۱۳۔ مولانا محمد صادق صاحب کراچی
۱۴۔ مولانا عزیر گل صاحب۔
۱۵۔ مولانا عبدالوہاب صاحب در بھنگہ
۱۶۔ مولانا سید احمد صاحب مدنی بانی مدرسۃ العلوم شرعیہ مدینہ منورہ
۱۷۔ مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی
۱۸۔ مولانا عبدالرحیم صاحب پوپلزئی (علماء حق حصہ اول)
۱۹۔ استاذی مولانا سید حامد حسن صاحب گنگوہی ثم نہٹوری
۲۰۔ مولانا رحمت اللہ صاحب نہٹوری

میں حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ (جو اس وقت دارالعلوم دیوبند کے نائب مہتمم تھے) کے فرستادہ کی حیثیت سے حضرت الاستاذ شیخ الہند کی خدمت میں حاضر ہوا اور بطور پیغام رساں حضرت سے دریافت کیا کہ آپ کا صحیح سیاسی مسلک کیا ہے؟ یہ پیغام سنتے ہی میں نے دیکھا کہ حضرت پر ایک خاص حال طاری ہے ارشاد فرمایا

" حضرت الاستاذ (نانوتوی) نے اس مدرسہ کو کیا درس تدریس، تعلیم و تعلم کے لئے قائم کیا تھا؟ مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا۔ جہاں تک میں جانتا ہوں ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کی ناکامی کے بعد یہ ادارہ قائم کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے، جس کے زیر اثر لوگوں کو تیار کیا جائے۔ تاکہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے۔

آخر میں ارشاد فرمایا۔

(صرف، تعلیم و تعلم درس و تدریس جن کا مقصد اور نصب العین ہے میں ان کی راہ میں مزاحم نہیں ہوں لیکن اپنے لئے تو اسی راہ کا انتخاب میں نے کیا ہے جس کے لئے دارالعلوم کا یہ نظام میرے نزدیک حضرت الاستاذ نے قائم کیا تھا۔ مدرسہ دیوبند کی یہی وہ اساسی خصوصیت تھی جس نے اس مدرسہ کے تمام کاروبار حتی کہ تعلیم میں بھی ایسی ہی حریت پرور خصوصیات پیدا کیں اور وہ دینی اور مذہبی حمیت و غیرت کا ہندگیر ہی نہیں، عالمگیر جامعہ اور اقامتی ادارہ بن گیا

(سوانح قاسمی مولفہ مولانا سید مناظر احسن گیلانی)

---

[1] معلوم ہوتا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب کا اسم گرامی سہواً رہ گیا ہے

تقسیمِ دولت کا اسلامی نظام

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ - امابعد -

"تقسیم دولت" کی بحث معاشی زندگی کے ان اہم ترین مباحث میں سے ایک ہے جنہوں نے آج کی دنیا میں عالمگیر انقلابات کو جنم دیا ہے اور عالمی سیاست سے لے کر ایک فرد کی نجی زندگی تک ہر شعبہ اس سے متاثر ہوا ہے صدیوں سے اس موضوع پر زبانی قلمی اور حربی معرکے گرم ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ "وحی الٰہی" کی رہنمائی کے بغیر نری عقل کے بل پر اس موضوع کے سلسلہ میں جو کچھ کہا گیا ہے اس نے اس الجھی ہوئی ڈور کے خم و پیچ میں کچھ اور اضافہ کر دیا ہے۔

زیر قلم مقالے میں پیش نظر یہ ہے کہ قرآن و سنت اور مفکرین اسلام کی کاوشوں سے اس معاملے میں "اسلام" کا جو نقطہ نظر سمجھ میں آتا ہے اسے واضح کیا جائے۔ وقت کی تنگی اور صفحات کے محدود ہونے کی وجہ سے یہ تو ممکن نہیں ہے کہ اس موضوع کو پورے بسط اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے۔ البتہ اس کے اہم نکات کو اختصار مگر جامعیت کے ساتھ عرض کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

قرآن و سنت اور اسلامی فقہ سے "تقسیم دولت" کے بارے میں اسلام کا جو موقف احقر نے سمجھا ہے اسے بیان کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کچھ بنیادی باتیں واضح کر دی جائیں جو اسلامی معاشیات کے تقریباً ہر مسئلے میں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ انہیں آپ "نظریہ تقسیم دولت کے اصول" کہہ لیجئے اس کا "فلسفہ" سمجھ لیجئے یا اس نظریئے کے مقاصد قرار دیجئے۔ بہر حال یہ چند وہ باتیں ہیں جو قرآن کریم سے اصولی طور پر سمجھ میں آئی ہیں اور اسلام کے معاشی طرز فکر کو غیر اسلامی معاشیات سے ممتاز کرتی ہیں۔

معاشی مسئلہ کا مقام

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام رہبانیت کا مخالف ہے اور انسان کی معاشی سرگرمیوں کو جائز، مستحسن، بلکہ بسا اوقات واجب اور ضروری قرار دیتا ہے۔ انسان کی معاشی ترقی اس کی نگاہ میں پسندیدہ ہے اور "کسب حلال" اس کے نزدیک "فریضۃ بعد الفریضۃ" یعنی دوسرے درجہ کا فرض قرار دیتا ہے لیکن ان تمام باتوں کے ساتھ یہ حقیقت بھی اتنی ہی صداقت رکھتی ہے کہ اس کی نظر میں انسان کا بنیادی مسئلہ "معاش" نہیں ہے اور نہ معاشی ترقی اس کے نزدیک انسان کا مقصد زندگی ہے۔

معمولی سمجھ بوجھ سے یہ حقیقت سمجھ میں آسکتی ہے کہ کسی کام کا جائز، مستحسن یا ضروری ہونا ایک الگ بات ہوتی ہے اور اس کا مقصدِ زندگی اور محور فکر و عمل ہونا بالکل جدا چیز ہے

اسلامی معاشیات کے معاملہ میں بہت سی غلط فہمیاں ان ہی دو چیزوں کو غلط ملط کرنے سے پیدا ہوتی ہیں اس لیے پہلے قدم پر اس بات کا صاف ہو جانا ضروری ہے در حقیقت اسلامی معاشیات اور مادی معاشیات کے درمیان ایک بڑا گہرا بنیادی اور دور رس فرق یہی ہے کہ مادہ پرستانہ معاشیات میں "معاش انسان کا بنیادی مسئلہ" اور معاشی ترقیات اس کی زندگی کا منتہائے مقصود ہیں۔ اور اسلامی معاشیات میں یہ چیزیں ضروری اور ناگزیر سہی لیکن انسان کی زندگی کا اصل مقصد نہیں ہیں۔ اس لیے جہاں ہمیں قرآن کریم میں "رہبانیت" کی مذمت اور "وابتغوا من فضل اللّٰہ" کے احکام ملتے ہیں جہاں ہمیں تجارت کے لیے "فضل اللّٰہ" اموال کے لیے "خیراً"، "والتی جعل اللّٰہ لکم قیاماً" خوراک کے لیے "الطیبات من الرزق" لباس کے لیے "زینۃ اللّٰہ" رہائش کے لیے "سکن" احترامی القاب ملتے ہیں۔ وہاں دنیوی زندگی کے لیے "متاع الغرور" کے الفاظ بھی نظر آتے ہیں اور ان سب چیزوں کے لیے "الدنیا" کا لفظ ملتا ہے جو اپنے لغوی مفہوم کے اعتبار سے کچھ اچھا تاثر نہیں دیتا اور قرآن کریم کے مجموعی اسلوب سے بھی اس کی دناءت اور حقارت سمجھ میں آتی ہے۔

کوتاہ نظری اس موقع پر تضاد کا شبہ پیدا کر سکتی ہے لیکن درحقیقت اس کے پیچھے اصل راز یہی ہے کہ قرآن کریم کی نظر میں تمام وسائل معاش انسان کی رہگزر کے مرحلے ہیں اس کی اصل منزل درحقیقت ان سے آگے ہے اور وہ ہے کردار کی بلندی اور اس کے نتیجے میں آخرت کی بہبودی۔ انسان کا اصل مسئلہ اور اس کی زندگی کا بنیادی مقصد ان ہی دو منزلوں کی تحصیل ہے لیکن چونکہ ان دو منزلوں کو دنیا کی شاہراہ سے گذرے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے اس لیے وہ تمام چیزیں بھی انسان کے لیے ضروری ہو جاتی ہیں جو اس کی دنیوی زندگی کے لیے ضروری ہیں چنانچہ جب تک وسائل معاش انسان کی اصلی منزل کے لیے رہگزر کا کام دیں۔ وہ "فضل اللّٰہ" "خیر" "زینۃ اللّٰہ" اور "سکن" ہیں۔ لیکن جہاں انسان اسی رہگزر کی بھول بھلیوں میں الجھ کر رہ جائے اور اس پر اپنی اصل منزل مقصود کو قربان کر ڈالے یا بالفاظ دیگر وسائل معاش کو رہگزر بنانے کے بجائے اپنی منزل مقصود کے راستے میں رکاوٹ بنا دے تو پھر یہی وسائل معاش "متاع الغرور" "فتنہ" اور "عدو" بن جاتے ہیں۔

قرآن کریم نے ایک مختصر جملے "وابتغ فیما آتاک اللّٰہ الدار الآخرۃ" میں اس بنیادی حقیقت کو بیان فرمایا ہے اس کے علاوہ اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں۔ اہل علم کے سامنے تمام آیات کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ احقر کی رائے میں "مسئلہ معاش" کے متعلق قرآن کریم کی یہ روش اور اس کے دو مختلف پہلو نظر میں رہیں تو اسلامی معاشیات کے بہت سے مسائل حل کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

دولت اور ملکیت کی حقیقت

دوسری بنیادی بات جو خاص طور سے "تقسیم دولت" کے مسئلہ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے یہ ہے کہ قرآن کریم کی تصریح کے مطابق "دولت" خواہ کسی شکل میں ہو، اللّٰہ کی پیدا کردہ اور اصلاً اسی کی ملکیت ہے۔ انسان کو کسی چیز پر ملکیت کا جو حق حاصل ہوتا ہے وہ اللّٰہ ہی کی عطا سے ہوتا ہے سورۃ نور میں قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

وآتوھم من مال اللّٰہ الذی آتاکم -

اور انہیں اللّٰہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تم کو عطا کیا ہے

اس کی وجہ بھی قرآن کریم نے ایک دوسری جگہ بتلا دی ہے کہ انسان زیادہ سے زیادہ یہی تو کر سکتا ہے کہ عمل پیدائش میں اپنی کوشش صرف کرے۔ لیکن اس کوشش کو بارآور کرنا اور اس سے پیداوار کا مہیا کرنا خدا کے سوا کون کر سکتا ہے انسان کے بس میں اتنا ہی تو ہے کہ وہ زمین میں بیج ڈال دے لیکن اس میں بیج کو کونپل اور کونپل کو درخت بنانا تو کسی اور ہی کا کام ہے۔ ارشاد ہے :-

افرئیتم ماتحرثون ءانتم تزرعونہ ام نحن الزارعون

دیکھو تو جو تم کاشت کرتے ہو کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم ہیں اگانے والے۔

نیز ارشاد ہے :-

اولم یروا انا خلقنا لھم مما عملت ایدینا انعاماً فھم لھا مالکون -

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے لیے جانوروں کو اپنے ہاتھ سے بنا کر پیدا کیا پھر وہ اس کے مالک بن گئے

یہ تمام آیات اس بنیادی نکتے پر وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالتی ہیں کہ دولت خواہ کسی شکل میں ہو، اصلاً اللّٰہ کی ملکیت ہیں اور اسی کی عطا سے انسان کو ملی ہے پھر اسلام کی نظر میں چونکہ "دولت" پر اصل ملکیت اللّٰہ کی ہے اور اس نے انسان کو اس میں تصرف کرنے کا حق عطا کیا ہے اس لیے اسی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس دولت پر انسان کے تصرفات کو اپنی مرضی اور مصالح عالم کا پابند بنائے۔ چنانچہ انسان کو اپنی زیر تصرف اشیاء پر "ملکیت" تو حاصل ہے مگر یہ ملکیت آزاد خود مختار اور بے لگام نہیں ہے۔ اس پر "دولت" کے اصل مالک کی طرف سے کچھ حدود و قیود اور پابندیاں عاید ہیں جس جگہ وہ اس دولت کو خرچ کرنے کا حکم دیدے وہاں اس کے لیے خرچ کرنا ضروری ہے اور جہاں خرچ کی ممانعت

تاریخ اسلام کا آئینہ

حضرت زبیرؓ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں جماعت صحابہؓ میں ان کا شمار ان دس صحابیوں میں ہوتا ہے جن کے متعلق حضورؐ نے جنت کی بشارت دی ہے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی کے لڑکے ہیں۔ اور بڑی بڑی مصیبت کے وقتوں میں حضورؐ کے ساتھ رفاقت کا حق ادا کیا ہے۔ آپ کے متعلق بعض روایتوں میں مرقوم ہے کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت میں کچھ دنوں تامل فرما کر بیعت کی تھی۔ ذیل کی روایت میں خود آپ نے اس واقعہ پہ روشنی ڈالی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب خلافت سے اپنی بے رغبتی اور مجبوری اس پر رضامندی ظاہر کی ہے تو مہاجرین نے حضرت ابوبکرؓ کے اس ارشاد کو فوراً قبول کر لیا ...... اور یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ سب سے زیادہ خلافت کے مستحق ہیں ان کا صاحب غار اور ثانی اثنین ہونا بھی ہم سب کو معلوم ہے اور ہمیں ان کی شرافت اور بزرگی کا بھی اچھی طرح علم ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ان ہی کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

حضرت طلحہؓ کی ذات گرامی بھی اسی درجہ میں باعزت خیال کی جاتی ہے جو حضرت زبیرؓ کا ہے اور رشتہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ویسے ہی عزیز ہیں جیسے حضرت زبیرؓ ہیں۔

آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ خطبہ بڑی شان کا دیا کرتے تھے انہیں خطبوں میں آپ کا ایک وہ بھی خطبہ دیا جو آپ نے ایرانی تصادم کے موقع پہ دیا تھا۔

آپ نے صحابہ کرامؓ کے مجمع میں امیر المومنین فاروق اعظم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔

اے امیر المومنین آپ کو واقعات اور زمانہ کی پیچیدگیوں نے خوب پختہ کر دیا ہے اور محنت و جفاکشی تو خیر آپ کے خمیر ہی میں داخل ہے۔ آپ اپنے کام کی اہمیت کو ہم سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں۔ آپ کی رائے مبارک اس معاملہ میں بالکل کافی ہے آپ ہم لوگوں سے مشورہ کیا لیتے ہیں۔ جو کام ہو حکم دیجئے ہم اطاعت کریں گے۔ یقیناً ہم ہر خدمت کو حاضر ہیں جہاں چاہیں ہم کو بھیج دیجئے ہم لوگ تو آپ کے مقلد ہیں۔ آپ مختار ہیں جو چاہیں کریں۔ اور آپ کو بار بار ہمارا امتحان بھی ہو چکا ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ آپ کے تمام کاموں کا نتیجہ بھی اچھا ہی ظاہر ہوتا رہا ہے۔

حاکم نے زید بن اسلم سے نقل کیا ہے کہ جس دن حضرت عثمانؓ مدینہ منورہ میں محصور ہوتے ہیں تو انہوں نے حضرت طلحہؓ کو مخاطب کر کے کہا۔

اے طلحہؓ تمہیں خدا کی قسم سچ کہنا وہ دن تمہیں یاد ہے جس دن میں اور تم دونوں آدمی فلاں جگہ آنحضرت کے ساتھ تھے تو کیا حضورؐ نے تم کو مخاطب کر کے یہ نہیں فرمایا تھا کہ کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں آیا جس کی امت میں سے کوئی شخص بحیثیت اس کے رفیق کے جنت میں نہ گیا ہو چنانچہ میں یعنی عثمانؓ جنت میں میرے رفیق ہیں حضرت طلحہؓ نے سن کر عرض کیا کہ ہاں امیر المومنین مجھے یہ واقعہ یاد ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ، عبدالرحمن بن ثابتؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ آپس میں چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے میں نے ان دونوں سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بابت جو وصیت کی تھی اس کو آپ نے یاد نہیں رکھا ان دونوں نے کہا کہ ہم قصداً تم سے کوئی بات نہیں چھپانا چاہتے تھے بلکہ ایک واقعہ یاد آگیا جس کا تذکرہ کر رہے تھے حضرت عبدالرحمن کہتے ہیں کہ وہ دونوں پھر اس واقعہ کا ذکر کرنے لگے۔

وہ دونوں کہنے لگے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ دین نبوت اور رحمت کے ساتھ شروع ہوا ہے پھر کچھ دنوں کے بعد خلافت و رحمت کی شکل میں تبدیل ہو جاوے گا۔ اور اس کے بعد اس کی مثال ایک کٹ کھنی بادشاہ کی سی ہو جاوے گی اور اس دور کے بعد تو سرکشی و طغیانی کا دروازہ پاٹوں پاٹ کھل جاوے گا۔ لوگ ریشم پہننے، شراب پینے اور زنا کاری و فتنہ و فساد برپا کرنے کو حلال جاننے لگیں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت سے پہلے کچھ لوگ حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس آکر کہنے لگے کہ ہم لوگ بیعت کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ آپ اس سلسلہ کو جاری کر دیجئے لوگوں کے اس خیال کو سن کر آپ فرمانے لگے کہ بہت تعجب کی بات ہے کہ تم لوگ میرے پاس بیعت کے لیے آئے ہو حالانکہ جماعت صحابہؓ میں اس وقت حضرت ثالث ثلاثہ یعنی ابوبکر صدیق موجود ہیں۔ علامہ ابن سیرین سے پوچھا گیا کہ ثالث ثلاثہ کون شخص ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ثالث ثلاثہ وہی شخص ہیں جن کو قرآن مجید میں ثانی اثنین اذھما فی الغار کہا گیا ہے۔

امام مسلم نے بروایت ابن شہاب زہریؒ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی اس وقت حضورؐ کی خدمت میں قریشی گھرانے کی کچھ عورتیں آئی ہوئی تھیں اور ذرا بلند آواز سے گفتگو کر رہی تھیں جیسے ہی حضرت عمرؓ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی اور ان عورتوں کے کانوں میں حضرت عمرؓ کی آواز پڑی تو وہ سب کی سب فوراً پردہ میں ہو گئیں۔

جس وقت آپؓ آئے تو حضورؐ مسکرا رہے تھے آپ نے مسکراہٹ کا سبب دریافت کیا تو حضور نے بتایا کہ مجھے ان عورتوں کی گھبراہٹ پہ اتفاقیہ ہنسی آگئی۔ یہ عورتیں ابھی میرے پاس بیٹھی ہوئی تھیں جیسے ہی تمہاری آواز سنی ہے تو جلدی سے پردہ کے اندر چلی گئیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہؐ! اس چیز کی تو آپ کی ذات گرامی زیادہ مستحق تھی اور اس کے بعد آپ نے عورتوں کو مخاطب کر کے پوچھا کہ کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور آنحضرت سے نہیں ڈرتیں۔

یہ سب کچھ ہو چکنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ اے عمرؓ جس راہ تم چلتے ہو شیطان وہ راہ چلنا چھوڑ دیتا ہے۔

حضرت سعدؓ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہنگامہ کے وقت ایک مرتبہ کھڑے ہو گئے اور لوگوں سے پکار پکار کر کہنے لگے تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب ایک ایسا فتنہ پیدا ہوگا جس میں بیٹھ رہنے والا کھڑا ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔

حضرت سعدؓ کے فرزند ارجمند حضرت عامرؓ کا بیان ہے کہ جب حضرت سعدؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں افتراق کی لہر دوڑتی ہوئی دیکھی تو آپ نے بکریوں کا ایک گلہ خرید کر کے معہ اہل و عیال کے مدینہ سے باہر ایک جنگلی چشمہ کے قریب سکونت اختیار کر لی تھی۔

ابو یعلی نے عبدالرحمان بن اخنس سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مغیرہ نے تقریر فرمائی۔ تقریر میں حضرت علی مرتضیٰ کی شان میں نا ملائم الفاظ بھی کہہ دیئے حضرت سعید بن زید یہ سنتے ہی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی جنت میں ضرور داخل ہوں گے اور ان کے ساتھ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ بھی جنتی ہیں۔ دسویں آدمی کے متعلق بتانے سے گریز کرتے تھے جب بہت اصرار ہوا تو اپنا نام بتایا۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

نماز اور صبر

حضرۃ الحاج مولانا محمد عبداللہ صاحب

درخواستی دامت برکاتہم کا خطبہ جمعہ

مرسلہ :- عبدالرحمان لودھیانوی

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد فقد قال اللہ تبارک وتعالی فی القران المجید والفرقان الحمید اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ ان اللہ مع الصبرین۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء ولکن لا تشعرون۔ (پ ۲- س البقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والو مدد لو صبر اور نماز سے، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور نہ کہو تم ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم جانتے نہیں۔

اس سے پہلے تہذیب اخلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سبق اجمالاً بیان ہوئے ان میں پہلا سبق یاد محسن، دوسرا سبق یاد الٰہی شکر منعم تیسرا سبق اجتناب عن الکفران تھے۔

اس خطبہ میں چوتھا سبق استعانت بالصبر والصلوٰۃ بیان کیا جا رہا ہے۔

یایھا الذین آمنوا یہ خطاب آمنوا عام ہے یعنی جو توحید و رسالت کے قائل ہوتے ہمیشہ ان کو اتباع پیغمبر میں تکالیف اور مصائب کے پہاڑ جھیلنے پڑتے ہیں، صحابہؓ نے حضورؐ کے سامنے ایک دفعہ شکوہ کیا کہ ہمیں اسلام میں شدید ترین مصائب پہنچ رہے ہیں۔ آپ جمالی بھی تھے اور جلالی بھی۔ جب آپ نے یہ شکوہ سنا تو احمرت وجھہ تو اس وقت آپ کو جلال آیا چہرہ مبارک لال (سرخ) ہو گیا۔ اور فرمایا۔

یشار احدھم بالمنشار لا یصد ھم ذلک عن دینھم ویشاط احدھم بمشاط الحدید لا یصد ھم ذلک عن دینھم

ترجمہ: تم سے پہلے لوگوں کو آرہ سے چرایا گیا تاہم وہ دین سے نہ پھرے اور ان کو لوہے کی کنگھیوں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا تو یہ تکالیف دین کے راستہ میں ان کے لیے رکاوٹ نہ بنی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح تمہارا بھی امتحان ہو رہا ہے پریشانی ہو تو علاج یہ ہے کہ استعانت بالصبر والصلوٰۃ کرو۔ زبان سے صبر ادا کرو۔ گردنیں اس کے آگے جھکاؤ۔ ان اللہ مع الصبرین۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور یہ بشارت بھی ملی کہ اکیلا سفر کرنے والے کو ڈر نہیں ہوگا۔ یہ امر غالب ہوگا۔

اسلام کا غلبہ اور مشرکین مکہ کی بے فروغ مشرکانہ دوغلی باتیں

مشرکین چاہتے تھے کہ توحید خالص اور آفتاب اسلام کی چمک کو بے اثر پھونکوں سے مدھم کریں۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ کوئی بے وقوف اپنے منہ کی پھونکوں سے پھونک مار کر چاند یا سورج کی روشنی کو بے نور اور ماند کرنا چاہے تو کیسے کر سکتا ہے۔

یاد رکھو خواہ یہ کتنی ہی روشن ہو دین اسلام کا کچھ نقصان نہ ہوگا ویسے ہی دستور پھیلتا جائے گا۔ اور بجھانے والے خود ہی بجھ جائیں گے چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکفرون ٥ وھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (پ ۱۰ س توبہ)

ترجمہ: ارادہ کرتے ہیں کہ بے نور کریں اللہ کے نور کو اپنے منہ سے اور اللہ نہ رہے گا بن پوری کیے اپنی روشنی کے اور اگرچہ برا مانیں کافر۔ اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین حق کے تاکہ اس کو غلبہ دے ہر دین پر اور اگرچہ برا مانیں مشرک"

مشرکین اپنے ارادہ جھوٹ میں کبھی کامیاب نہ ہوتے مگر اللہ کا ارادہ یہ ہوا کہ دین کو غالب اور دین والے کو بھی غالب کر دوں گا۔ چنانچہ وعدہ پورا فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ انتظار میں رہو۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح۔ جب مدد اللہ کی آچکی اور فتح و نصرت۔

یہ ثمرہ صبر ہے کہ جہاں سے نکالے گئے پھر وہیں کے مالک بنائے جائیں گے۔ بعض صحابہؓ قریش مکہ کے ظلم و استبداد سے مکہ چھوڑ کر حبشہ چلے گئے۔ بعد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہجرت کرنی پڑی تو فرمایا ہم صاحب الہجرتین ہیں جنہوں نے میرا نام نہیں چھوڑا عنقریب دیکھو گے مکہ ان کے قبضے میں ہوگا۔ پھر کیا دیکھو گے۔

ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا

اور تم یہ دیکھنے والے ہوں گے کہ لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہوں گے۔

فتح مکہ کے دن حضرت عمر ابن خطابؓ نے اعلان کیا الیوم یوم الملحمۃ۔ آج کا دن جنگ کا دن ہے۔ تو اس وقت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر جمال کا غلبہ آگیا کیونکہ آپ جامع بین الجلال والجمال تھے آپ نے اس وقت اس طرح اعلان فرمایا۔ الیوم یوم المرحمۃ۔ آج کا دن رحم کرنے کا دن ہے۔

ابوسفیان کا قبول اسلام

ابوسفیانؓ ہمیشہ مخالف رہا۔ اب اسلام لا کر موافق ہو گیا اس کی بیوی نے ملامت کرنا شروع کی کہ اے ابوسفیان کیا تیرے دماغ میں فتور تو نہیں آگیا ہے۔ جواب دیا کہ اگر آج کے دن تو نے کلمہ نہ پڑھا اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانا تو تیری خیر نہیں۔ مکے کے قریش فتح مکہ کے دن گھروں میں چھپ گئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا جا بجا یہ اعلان تھا کہ اے مکہ کے بہادرو! پہلے تو تم بہادر تھے اب بزدل ہو گئے۔ یہاں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمرؓ کا اعلان سنتے ہی یہ اعلان کر دیا۔ لا تثریب علیکم الیوم آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں انتم الطلقاء تم آزاد ہو، رحمت کا دریا موج میں آگیا۔ دنیا میں یہ چرچا ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ کے دشمنوں کو معاف کر رہے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا۔ یدخلون فی دین اللہ افواجا۔ کہ حضورؐ کی نظر شفقت دیکھ کر بیگانے اپنے ہو کر جوق در جوق دین خدا میں داخل ہو رہے تھے

استعانت بالصبر والصلوٰۃ اور فتح مبین

یہ اعتراف حقیقت سے باہر نہیں کہ اولاً جماعت صحابہؓ نے جن کو حزب اللہ کہا گیا ہے مشرکین قریش مکہ کے ہاتھوں ظلم و استبداد کے پہاڑ جھیلے۔ کسی کو سلگتی ریت پر جکڑ کر ڈالا گیا۔ کسی کو تختہ مشق بنا کر تختہ پر میخوں سے ہاتھ پاؤں گاڑ دیئے گئے۔ اوپر سے گلا گھونٹا جاتا تھا کہ رب کا نام لینا اور نعرہ تکبیر بلند کرنا جان کو جوکھوں میں ڈالنا تھا۔ کسی کو شہر بدر کر دیا جاتا تھا کہا جاتا تھا کہ خبردار اس مکہ کی چار دیواری میں رب قدوس کا نام لینا جائز نہیں اس قدر ظلم و استبداد جھیلنے کے باوجود جماعت حزب اللہ نے استعانت بالصبر والصلوٰۃ کو اپنا خاص معیار بنایا تو اللہ کی طرف سے خوشخبری ملی اذا جاء نصر اللہ والفتح۔ فتح و نصرت کے آثار ظاہر ہونے لگے جس کو فتح مبین کہا جاتا ہے وہ فتح مکہ کا دن ہے۔ فتح مکہ کے بعد صبر نے ایسا پھل دکھایا کہ اسلامی فتوحات کا سلسلہ مشرق و مغرب میں شروع ہوا اور جس کی وجہ سے قیصر و کسریٰ کے تخت صبر آزما جماعت کے پیروں تلے روندے گئے اور ان کے سیم و زر و جواہرات کے خزانے

نماز اور صبر

حضرۃ الحاج مولانا محمد عبداللہ صاحب

درخواستی دامت برکاتہم کا خطبہ جمعہ

مرسلہ :- عبدالرحمان لودھیانوی

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد فقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی القران المجید والفرقان الحمید اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یاایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ ان اللہ مع الصٰبرین۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء ولکن لا تشعرون۔ (پ۲-س البقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والو مدد لو صبر اور نماز سے، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور نہ کہو تم ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم جانتے نہیں۔

اس سے پہلے تہذیب اخلاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سبق اجمالاً بیان ہوئے ان میں پہلا سبق یاد محسن، دوسرا سبق یاد الٰہی شکر منعم تیسرا سبق اجتناب عن الکفران تھے۔

اس خطبہ میں چوتھا سبق استعانت بالصبر والصلوٰۃ بیان کیا جا رہا ہے۔

یاایھا الذین آمنوا یہ خطاب آمنوا عام ہے یعنی جو توحید و رسالت کے قائل ہوتے ہمیشہ ان کو اتباع پیغمبر میں تکالیف اور مصائب کے پہاڑ جھیلنے پڑتے ہیں، صحابہؓ نے حضورؐ کے سامنے ایک دفعہ شکوہ کیا کہ ہمیں اسلام میں شدید ترین مصائب پہنچ رہے ہیں۔ آپ جمالی بھی تھے، اور جلالی بھی جب آپ نے یہ شکوہ سنا تو احمرت وجہہ تو اس وقت آپ کو جلال آیا چہرہ مبارک لال (سرخ) ہو گیا۔ اور فرمایا۔

ینشار احدھم بالمنشار لا یصد ھم ذٰلک عن دینھم وینشاط احدھم بمشاط الحدید لا یصدھم ذٰلک عن دینھم

ترجمہ: تم سے پہلے لوگوں کو آرہ سے چرایا گیا تاہم وہ دین سے نہ پھرے اور ان کو لوہے کی کنگھیوں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا تو یہ تکالیف دین کے راستہ میں ان کے لیے رکاوٹ نہ بنی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح تمہارا بھی امتحان ہو رہا ہے۔ پریشانی ہو تو علاج یہ ہے کہ استعانت بالصبر والصلوٰۃ کرو۔ زبان سے صبر ادا کرو۔ گردنیں اس کے آگے جھکاؤ۔ ان اللہ مع الصٰبرین۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور یہ بشارت بھی ملی کہ اکیلا سفر کرنے والے کو ڈر نہیں ہوگا۔ یہ امر غالب ہوگا۔

اسلام کا غلبہ اور مشرکین مکہ کی بے فروغ مشرکانہ دوغلی باتیں

مشرکین چاہتے تھے کہ توحید خالص اور آفتاب اسلام کی چمک کو بے اثر پھونکوں سے مدھم کریں۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ کوئی بے وقوف اپنے منہ کی پھونکوں سے پھونک مار کر چاند یا سورج کی روشنی کو بے نور اور ماند کرنا چاہے تو کیسے کر سکتا ہے۔

یاد رکھو خواہ یہ کتنی ہی روشن ہو دین اسلام کا کچھ نقصان نہ ہوگا ویسے ہی دستور پھیلتا جائے گا۔ اور بجھانے والے خود ہی بجھ جائیں گے چنانچہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکفرون ۵ وھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون (پ ۱۰ س توبہ)

ترجمہ: ارادہ کرتے ہیں کہ بے نور کریں اللہ کے نور کو اپنے منہ سے اور اللہ نہ رہے گا بن پوری کیے اپنی روشنی کے اور اگرچہ برا مانیں کافر۔ اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین حق کے تاکہ اس کو غلبہ دے ہر دین پر اور اگرچہ برا مانیں مشرک،،

مشرکین اپنے ارادہ جھوٹ میں کبھی کامیاب نہ ہوتے مگر اللہ کا ارادہ یہ ہوا کہ دین کو غالب اور دین والے کو بھی غالب کر دوں گا۔ چنانچہ وعدہ پورا فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ انتظار میں رہو۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح۔ جب مدد اللہ کی آچکی اور فتح ونصرت۔

یہ ثمرہ صبر ہے کہ جہاں سے نکالے گئے پھر وہیں کے مالک بنائے جائیں گے۔ بعض صحابہؓ قریش مکہ کے ظلم و استبداد سے مکہ چھوڑ کر حبشہ چلے گئے۔ بعد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہجرت کرنی پڑی تو فرمایا ہم صاحب الہجرتین ہیں جنہوں نے میرا نام نہیں چھوڑا عنقریب دیکھو گے مکہ ان کے قبضے میں ہوگا۔ پھر کیا دیکھو گے۔

ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجاً

اور تم یہ دیکھنے والے ہوں گے کہ لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہوں گے۔

فتح مکہ کے دن حضرت عمر ابن خطابؓ نے اعلان کیا

الیوم یوم الملحمۃ۔ آج کا دن جنگ کا دن ہے۔ تو اس وقت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر جلال کا غلبہ آگیا کیونکہ آپ جامع بین الجلال والجمال تھے آپ نے اس وقت اس طرح اعلان فرمایا۔ الیوم یوم المرحمۃ۔ آج کا دن رحم کرنے کا دن ہے۔

ابوسفیان کا قبول اسلام

ابوسفیانؓ ہمیشہ مخالف رہا۔ اب اسلام لا کر موافق ہو گیا اس کی بیوی نے ملامت کرنا شروع کی کہ اے ابوسفیان کیا تیرے دماغ میں فتور تو نہیں آگیا ہے۔ جواب دیا کہ اگر آج کے دن تو نے کلمہ نہ پڑھا اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانا تو تیری خیر نہیں۔ مکہ کے قریش فتح مکہ کے دن گھروں میں چھپ گئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا جا بجا یہ اعلان تھا کہ اے مکہ کے بہادرو! پہلے تو تم بہادر تھے اب بزدل ہو گئے۔ یہاں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمرؓ کا اعلان سنتے ہی یہ اعلان کر دیا۔ لا تثریب علیکم الیوم آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں انتم الطلقاء تم آزاد ہو۔ رحمت کا دریا موج میں آگیا۔ دنیا میں یہ چرچا ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ کے دشمنوں کو معاف کر رہے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا۔ ویدخلون فی دین اللہ افواجاً۔ کہ حضورؐ کی نظر شفقت دیکھ کر بیگانے اپنے ہو کر جوق در جوق دین خدا میں داخل ہو رہے تھے۔

استعانت بالصبر والصلوٰۃ اور فتح مبین

یہ اعتراف حقیقت سے باہر نہیں کہ اولاً جماعت صحابہؓ نے جن کو حزب اللہ کہا گیا ہے مشرکین قریش مکہ کے ہاتھوں ظلم و استبداد کے پہاڑ جھیلے کسی کو سلگتی ریت پر جکڑ کر ڈالا گیا، کسی کو تختہ مشق بنا کر تختہ پر میخوں سے ہاتھ پاؤں گاڑ دیے گئے۔ اوپر سے گلا گھونٹا جاتا تھا کہ رب کا نام لینا اور نعرہ تکبیر بلند کرنا جان کو جوکھوں میں ڈالنا تھا۔ کسی کو شہر بدر کر دیا جاتا تھا کہا جاتا تھا کہ خبردار اس مکہ کی چار دیواری میں رب قدوس کا نام لینا جائز نہیں اس قدر ظلم و استبداد جھیلنے کے باوجود جماعت حزب اللہ نے استعانت بالصبر والصلوٰۃ کو اپنا خاص معیار بنایا تو اللہ کی طرف سے خوشخبری ملی اذا جاء نصر اللہ والفتح۔ فتح ونصرت کے آثار ظاہر ہونے لگے جس کو فتح مبین کہا جاتا ہے وہ فتح مکہ کا دن ہے۔ فتح مکہ کے بعد صبر نے ایسا پھل دکھایا کہ اسلامی فتوحات کا سلسلہ مشرق و مغرب میں شروع ہوا اور جن کی وجہ سے قیصر و کسریٰ کے تخت صبر آزما جماعت کے پیروں تلے روندے گئے اور ان کے سیم و زر و جواہرات کے خزانے

بارگاہِ ایزدی میں

مضطر گجراتی مرحوم

تیری جانب لگی رہتی ہیں نظریں خاکساروں کی — تجھی سے حاجتیں ہوتی ہیں پوری جانداروں کی
ترے آگے ہی پھیلاتی ہے داماں طلب دنیا — تری چوکھٹ پہ جھکتی ہیں جبینیں شہریاروں کی
تری قدرت سے اڑتے ہیں فضا کے دوش پر بادل — ترے قانون کے تابع روانی آبشاروں کی
کیا آراستہ تو نے زمیں کو پھول کلیوں سے — فلک کو تو نے قندیلیں عطا کیں چاند تاروں کی
ترے قبضے میں سررشتہ ہے مخلوقاتِ ارضی کا — تری مٹھی میں ہیں نبضیں خلد کے جلوہ زاروں کی
تلاطم قلزموں کا تیری جبّاری کا مظہر ہے — تری عظمت کا آئینہ ہے رفعت کوہساروں کی
تری توحید کا شام و سحر اعلان کرتے ہیں — مناظر دشت و دریا کے فضائیں مرغزاروں کی
ہمارے ہر قدم پر دستگیر و رہنما تو ہے — یقیناً ہم ترے ناچیز بندے ہیں خدا تو ہے
الٰہی ملّتِ بیضا کو سوزِ جاودانی دے — اس افسردہ چمن کو پھر مجالِ گلفشانی دے
متاعِ شان و شوکت لٹ گئی تعمیرِ عشرت میں — جو انگاروں پہ چل کر مسکرائے وہ جوانی دے
ہمیں توفیق دے اس کام کی جس سے ہو تو راضی — پیمبرؐ پر جو ہو جائے فدا وہ زندگانی دے
دلوں کو پھر عطا کر عزمِ صدیقیؓ و فاروقیؓ — جو رحمت تھا زمیں پر وہ دماغِ حکمرانی دے
ترے بیت المقدس پر یہودی ہو گئے قابض — کوئی خالدؓ عطا فرما، صلاح الدین ثانی دے
مسلمانوں کے پھر ٹوٹے ہوئے دل جوڑ دے مولا — انہیں پھر سے اخوت کا مذاقِ غیر فانی دے
حرم والوں کا پھر تثلیث والوں سے تصادم ہے — ہوا کو کارسازی، بجلیوں کو پاسبانی دے

گنہگارانِ امت پر کرم کر دے بحال اپنا
دکھا دے دشمنانِ دینِ قیّم کو جلال اپنا

مالِ غنیمت میں بدل کر مجاہدین و حزب اللہ کی جماعت میں تقسیم کر دیئے گئے۔ میرا مطلب یہ بیان کرنا ہے کہ جو تھا سبق تہذیب اخلاق کا استعانت بالصبر والصلوٰۃ یوں ہے۔ کہ پہلے مسلمانوں کو تکلیفیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ پھر صبر کا میوہ نمودار ہوتا ہے جس پر دنیا عش عش کر کے رہ جاتی ہے۔

حدیث میں ہے۔ اذا حزبہ امر فعجّل الی الصّلوٰۃ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی معاملہ مشکل درپیش آجاتا تو آپ نماز کی طرف رجوع کرتے ہتھیار کامیابی کے بھی دو بتلائے۔ ایک التزام صبر، دوسرا التزام نماز۔ ان ہتھیاروں کو دیکھ کر جماعت مخالف مغلوب ہو گئی اور ہتھیار ڈال دیئے کہنے لگے ہم عاجز ہو گئے ہیں تم غالب ہو گئے تو نتیجہ استعانت بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصّٰبرین یقیناً اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔ ومن اصدق من اللہ حدیثاً اللہ سے کون زیادہ سچی بات کہنے والا ہے۔

یہ سب نتیجے یقین کے ہیں۔ جماعت صحابہؓ کو یقین کامل تھا۔ بخاری شریف میں ہے۔ جنگ بدر میں آپ نے دیکھا کہ مخالفین مسلح ہیں اور مسلمان بے سروسامان مگر سینہ میں نور ایمان اور نور توحید تھا ان کو یقین کامل ہو چکا تھا کہ میدان میں نکلنا ہمارا کام ہے کامیاب بنانا اللہ کا کام ہے۔ یہ جرأت ان کی اپنی نہ تھی۔ حرف خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کا عکس پڑا ہوا تھا۔ جو بچے عورتیں اور بوڑھے بہادر ہو گئے تھے۔ صحابیؓ کہتے ہیں کہ ہم سے زیادہ بہادر وہ ہوتا تھا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب و جوار میں ہوتا تھا اس وقت بچے بھی بہادر تھے۔

دو بہادر بچوں کا ابوجہل کو جہنم رسید کرنا

بدر میں مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان غیر معمولی فیصلہ کن جنگ لڑی گئی اور مسلمانوں کے حق میں نصرت کاملہ وارد ہوئی بڑے بڑے رؤسا قریش مکہ مارے گئے ابوجہل کا خاتمہ بالسوء بھی غزوہ بدر میں ہی ہوا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا بیان ہے کہ جنگ بدر کا دن فتح سے پہلے ہماری بے سروسامان جماعت کے لیے بڑی آزمائش کا دن تھا۔ میرے دائیں بائیں صف میں دو معصوم بچے کھڑے تھے میں سخت پریشان ہوا کہ ایسے نازک موقعہ پر کس طرح جنگ لڑی جائے گی میں اسی تہ و بالا میں تھا کہ ایک لڑکے نے مجھ سے پوچھا۔ یا عم این ابو جھل انی سمعت انہ یسب رسول اللہ ان رایتہ لا افارقہ حتیٰ اقتلہ او اقتل۔ اے میرے چچا! کہاں ہے ابوجہل۔ میں نے سنا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں بکتا ہے اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو نہیں چھوڑوں گا میں اس کو یہاں تک کہ یا تو مار ڈالوں گا اس کو، یا مارا جاؤں گا۔ اس کے بائیں جانب والے لڑکے نے بھی پوچھا میں نے جواب دیا کہ بچے؛ وہ بڑا بہادر ہے تمہارا کام نہیں۔ بچوں نے کہا۔ بہادری کا سوال نہیں۔ ہم صرف پوچھنا چاہتے ہیں کہ وہ کہاں ہے۔ میں نے اشارہ کیا کہ وہ صفیں بنا رہا ہے۔ میرا صرف اشارہ کرنا تھا کہ ان دونوں بچوں نے بھوکے باز کی طرح جھپٹ کر فوراً ابوجہل پر حملہ کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک اطلاع پہنچی ان اباجہل قتل کہ ابوجہل مارا گیا۔ دو لڑکے ہل چلانے والوں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔ یہ حضورؐ کی شجاعت کا عکس تھا جو معصوم بچوں نے ایک مکہ کے بہادر کو زمین کے بل دکھا کر ہمیشہ کے لیے جہنم رسید کر دیا۔ سچ ہے جو نگاہوں سے انقلاب ہوتا ہے وہ تقریروں سے نہیں ہوتا۔

عزیزانِ من! ان فدائیانِ اسلام کا حال تو تم سن چکے ہو افسوس اپنی محبت کا انداز بھی دیکھو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر صرف ابہام بوسی ہی ہمارا کام ہے۔ ہماری محبت کا یہ حال ہے کہ درود شریف تک بھی ہماری رسائی نہیں ہو سکتی۔ جہالت کا دور دورہ روز افزوں ترقی پر ہے خصوصاً آج جمعہ کا یوم اکثر والصلوٰۃ علی یوم الجمعہ۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

سنہ ۱۸۶۴ء کے مقدمہ جہاد کے اسیر

مجاہدینِ تحریکِ آزادی

از: مولانا غلام رسول صاحب مہر

ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے کئی ابواب ایسے ہیں جو ابھی تک صحیح صورت میں تفصیلاً مرتب نہیں ہو سکے۔ ان میں ایک نہایت اہم باب سید احمد بریلوی اور ان کے رفیقوں اور ہم مشربوں کے ایمان افروز مجاہدات کا ہے جن کی حقیقی حیثیت اب تک اکثر اصحاب کی نظروں سے مخفی ہے اس کے مختلف وجوہ ذہن میں آتے ہیں۔

۱۔ ان مجاہدات کے متعلق بیشتر مستند مواد سید صاحب اور ان کے بلند منزلت رفیقوں کی شہادت کے بالاکوٹ میں تباہ ہو گیا۔

۲۔ نواب وزیر الدولہ مرحوم والی ٹونک نے اپنے عہد حکومت میں اسے مختلف شکلوں میں مدون کرایا۔ لیکن ان میں سے کوئی مجموعہ چھپ نہ سکا اور سارا مواد منتشر ہو گیا۔

۳۔ انگریزی حکومت اس مواد کی اشاعت کو اپنی مصلحتوں کے منافی سمجھتی تھی۔

۴۔ حق شناسوں کے گروہ نے سید صاحب کی ذات گرامی کو مذہبی مناقشات کا ہدف بنا لیا تھا اس وجہ سے اس مقدس شخصیت کو نہایت اہم اسلامی تحریک کے متعلق خواہ مخواہ سوءِ ظن پیدا ہو گیا اور گرد و غبار کے اس طوفان میں اس کا جمال حقیقت مستور ہو کر رہ گیا۔

۵۔ بعد میں جن ارباب علم و نظر نے اس تحریک کے متعلق کچھ لکھا، وہ سید صاحب کے مقام جہاد یعنی سرحد کی تاریخ، جغرافیہ اور اعمال رجال سے بڑی حد تک نا آشنا تھے۔

مجاہدین اور انگریز

سید صاحب مئی ۱۸۳۱ء میں شہید ہوئے ان کی صحبت میں جن لوگوں نے تربیت پائی تھی ان میں سے کئی اکابر پہلے فوت ہو چکے تھے، مثلاً مولانا عبدالحی شیخ الاسلام لشکر مجاہدین یا مولانا محمد یوسف پھلتی قطب لشکر اسلام یا مختلف معرکوں میں جام شہادت نوش فرما چکے تھے۔ تین سو کے قریب مجاہدین سید صاحب کے ساتھ شہید ہوئے ان میں مولانا شاہ اسمٰعیل شہید، ارباب بہرام خاں، منشی محمدی انصاری، شیخ بلند بخت دیوبندی، حافظ مصطفےٰ کاندھلوی جیسے بزرگ بھی شامل تھے۔

بقیۃ السیف مجاہدین میں سے ایک گروہ واپس آ گیا اور ایک گروہ سرحد ہی میں رہا جب تک پنجاب میں سکھوں کی حکومت باقی رہی۔ یہ مجاہدین سکھوں سے لڑتے رہے اور جب سکھوں کی جگہ انگریزوں نے لے لی تو ان کی لڑائیاں انگریزوں سے شروع ہو گئیں۔

ہندوستان کے اندر تنظیمات

سکھوں اور انگریزوں کی پہلی لڑائی کے دوران میں مولانا ولایت علی عظیم آبادی، مولانا عنایت علی عظیم آبادی، اور سید اکبر شاہ ستھانوی کی کوششوں سے ہزارہ اور کاغان کا بڑا حصہ آزاد ہو چکا تھا لیکن پھر انگریزوں نے آہستہ آہستہ مختلف خوانین کو ساتھ ملا کر اس تحریک کو ختم کر دیا۔ مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی سرحد کشمیر سے اُٹھ کر سوات کی طرف جانا چاہتے تھے لیکن راستہ میں گرفتار ہو گئے اور انہیں حد سے لاہور، پھر عظیم آباد پہنچا کر دو برس کے لیے مچلکے لے لیے گئے۔

یہ مدت ختم ہو گئی تو دونوں بھائیوں نے پھر وطن کی امیرانہ زندگی پر لات مار کر سرحد آزاد کا رخ کیا اور اپنی حیات مستعار کے بقیہ اوقات وہیں گذار دیئے۔

سید احمد ہی کے مبارک عہد میں مجاہدین کی امداد کے لیے طول و عرض ہند میں منظم سلسلے قائم ہو چکے تھے۔ مختلف حصوں کے ملک میں مرکز بن گئے تھے۔ جہاں ارد گرد کے مسلمانوں سے مال جمع ہوتا تھا جو ہنڈیوں کی شکل میں سید صاحب کو پہنچایا جاتا تھا یا اس کام کے لیے قاصد جاتے تھے ارباب دعوت کی سعی سے روپیہ کے علاوہ مجاہدین بھی تیار ہو کر سرحد پہنچتے رہے۔

مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی کے زمانہ میں بھی یہ مراکز پہلے کی طرح کام کرتے رہے۔

مولانا عبداللہ اور جنگ امبیلہ

مولانا عنایت علی کی وفات ۱۸۵۸ء سے کچھ مدت بعد مولانا عبداللہ (فرزند اکبر مولانا ولایت علی مرحوم) مجاہدین کے امیر بنے ان کے عہد میں پھر سرحد کے اندر دعوت و سعی جہاد کا وسیع انتظام ہوا۔

مجاہدین کا پہلا مرکز ستھانہ میں ہوا لیکن جب ستھانہ کو ۱۸۵۸ء میں انگریزوں نے تباہ کر دیا اور مجاہدین کی طرح سادات ستھانہ بھی اپنے عزیز ترین وطن کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تو وہ ملکا کے اندر پہاڑوں میں مقیم ہو گئے۔ اور مجاہدین کو بھی اپنے ساتھ ٹھہرا لیا۔

اب انگریزوں نے ملکا کو تباہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اس غرض سے ایک فوج ۱۸۶۳ء میں امبیلہ کے راستہ بڑھی مجاہدین اور اہل سرحد نے اسے امبیلہ کے اندرونی دہانہ پر روکا اور کئی روز تک بڑی خونریز جنگ جاری رہی۔ جس میں شہزادہ مبارک شاہ ابن سید اکبر شاہ ستھانوی، شہزادہ محمود شاہ (والد ماجد سید عبدالجبار شاہ صاحب ستھانوی) اور اخوند صاحب سوات (موجودہ والی سوات کے جد امجد) بھی شریک تھے اس جنگ میں بالآخر انگریز کامیاب ہوئے اور انہوں نے آگے بڑھ کر ملکا کو تباہ کر دیا۔

اس وقت سے انگریزوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ مجاہدین کی امداد کے ان تمام سلسلوں کا سراغ لگا کر انہیں ختم کر دیا جائے جن کا خفیہ جال ہمارے سارے ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا۔

چنانچہ اس وقت سے جو مجاہدین فقراء کے لباس میں سرحد آتے جاتے تھے ان کی کڑی نگرانی شروع ہو گئی۔ جہاں کسی چوکیدار کو اجنبی آدمی آتا جاتا دکھائی دیتا وہ اسے پکڑ کر پاس کی عدالت میں پیش کر دیتا۔

غزن خاں کی جاسوسی

غزن خاں نامی ایک سرحدی سپاہی جس کا وطن ہوتی مردان تھا۔ پانی پت سے دہلی جانے والی سڑک پر بطور نگران مقرر تھا اس نے ۱۸۶۳ء میں چند مجاہدوں کو گرفتار کیا جو فقیروں کے لباس میں سرحد سے واپس آ رہے تھے۔ یہ لوگ جب عدالت میں پیش ہوئے تو اس وجہ سے رہا کر دیئے گئے کہ ان کے خلاف کوئی مثبت ثبوت نہ مل سکا۔

غزن خاں کو اس بات پر غصہ آیا کہ مردان میں اپنے بیٹے کو خط کے ذریعے ہدایت کی کہ فوراً آزاد علاقہ میں جا کر مجاہدین کے لشکر میں شامل ہو جاؤ۔ اور ہندوستان سے ان کی امداد کے تمام سلسلوں کا سراغ لگا کر مجھے اطلاع دو۔

بیٹے نے کافی وقت مجاہدین میں گذارا وسائل امداد کے متعلق پوری معلومات حاصل کیں۔ وہ کوڈ (رموزات) بھی معلوم کر لیں جو امداد کے مختلف مراکز یا امدادی جیشوں کے لیے مجاہدین اور ان کے ہندی معاونین کے درمیان مروج تھا اور یہ پوری معلومات لے کر وہ اپنے والد کے پاس پانی پت پہنچ گیا۔ غزن خاں نے یہ سارے حقائق اپنے افسروں تک پہنچائے اس پر مختلف لوگوں کی تلاشیاں شروع ہوئیں جن کی بنا پر انبالہ میں وہ شہرہ آفاق مقدمہ جاری ہوا۔ جو بڑا وہابی مقدمہ کہلاتا ہے۔ بعد میں اور بھی چھوٹے چھوٹے مقدمے چلے اور برسوں وابستگان سلسلہ احمدی گیر و دار کے ہولناک مصائب میں مبتلا رہے۔ میں یہاں پہلے مقدمے اور اس کے ماخوذین کے حالات، اختصار کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔

مقدمہ انبالہ کے اصحاب

یہ مقدمہ مندرجہ ذیل اصحاب کے خلاف چلا تھا۔

۱۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری۔
۲۔ مولانا یحییٰ علی عظیم آبادی۔
۳۔ مولانا عبدالرحیم عظیم آبادی۔

۴۔ محمد شفیع ٹھیکیدار

۵۔ عبدالکریم (ہمشیر زادہ محمد شفیع)

۶۔ حبیبی ساکن عظیم آباد

۷۔ حسینی ساکن تھانیسر

۸۔ میاں عبدالغفار ساکن عظیم آباد

۹۔ عبدالغفور خاں ساکن ہزاری باغ۔

۱۰۔ قاضی میاں جان ساکن (پٹنہ) بنگالی

۱۱۔ الٰہی بخش دکاندار ساکن عظیم آباد

ان میں سے اول الذکر چار آدمی خاص طور پر قابل ذکر ہیں لہٰذا مقدمے کی کیفیت اور ان کی سزاؤں کی تفصیل بیان کرنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مختصر حالات بتا دیے جائیں۔

مولانا یحییٰ علی کے بڑے بھائی مولانا احمد اللہ پر عظیم آباد میں الگ کا مقدمہ چلا کر سزا دی گئی تھی اس لیے ان کے حالات بھی بیان کر دینے چاہئیں۔

عظیم آباد کے دو خاندان

جس زمانے میں سید صاحب کی تحریک کا آغاز ہوا عظیم آباد پٹنہ میں دو اسلامی خاندان بہت مشہور تھے۔

ایک زبیری خاندان جس کے سرخیل مولانا ولایت علی اور ان کے بھائی عنایت علی تھے۔

دوسرا جعفری خاندان جس کے سرپنچ سید صاحب کے عہد میں مولوی الٰہی بخش تھے۔

یہ دونوں خاندان دنیوی حیثیت سے رؤسا میں شمار ہوتے تھے۔ مولانا ولایت علی نائب ناظم بہار کے نواسے تھے مولوی الٰہی بخش بھی بڑی بھاری جائیداد کے مالک تھے سید صاحب کے فیض صحبت نے دونوں میں جوش اور ولولہ حسن عمل کی جو لذت پیدا کر دی تھی اس نے باہمی تعلقات کو اتنا مضبوط اور مستحکم بنا دیا کہ وہ دونوں خاندان فی الحقیقت ایک خاندان بن گئے۔

تحریک جہاد کے دو شعبے

مجاہدین کی تحریک کے دو شعبے تھے ایک تو ہندوستان کے باہر سعی و جد و جہد کے متعلق تھا اور دوسرا شعبہ یہ تھا کہ ہندوستان کے اندر اس آگ کو مشتعل رکھا جائے تاکہ مجاہدین کے لیے ارباب جہاد کے علاوہ وسیع مالی امداد کا سلسلہ جاری رہے۔

ایک خاندان نے باہر کا شعبہ سنبھال لیا اگرچہ دوسرے خاندان کے افراد بھی اس کام میں شریک رہے۔ دوسرے نے اندر کے شعبے کا نظم و نسق سنبھال لیا اگرچہ پہلے خاندان کے متفرق افراد بھی اس میں معاون رہے۔

دونوں خاندانوں نے اس زندگی کی ہر عزیز سے عزیز متاع راہ خدمت میں بے دریغ لٹا دی اور پورے یقین اور وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ خوش دلی کے ساتھ قربانی کے جو نظارے ان لوگوں نے پیش کیے ان کی نظیر ہندوستان کی تاریخ میں بمشکل ملے گی۔ البتہ ہندوستان سے باہر سرحد آزاد میں سادات ستھانہ کی قربانیاں ان کے مقابلے میں پیش کی جا سکتی ہیں۔

مولانا احمد اللہ

مولانا احمد اللہ مرحوم مولوی الٰہی بخش جعفری کے فرزند اکبر تھے ابتدائی نام احمد بخش تھا۔ سید صاحب نے اسے بدل کر احمد اللہ بنا دیا۔ ۱۲۲۳ھ (۱۸۰۸ء) میں آپ پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مولانا ولایت علی مرحوم سے حاصل کی پھر اور اساتذہ سے پڑھا۔ بڑے ذکی، عقیل، غریب پرور اور منکسر المزاج آدمی تھے۔

۱۸۵۷ء میں بہ زمانہ غدر ولیم ٹیلر پٹنہ کا کمشنر تھا اس نے مولانا احمد اللہ اور آپ کے ماموں مولانا شاہ محمد حسین نیز مولوی واعظ الحق صاحب کو نظر بند کر دیا۔

اس پر بالادست حکام نے اسے بے جا سختی قرار دیکر ٹیلر سے جواب طلب کیا وہ اسی وقت سے مولانا کے درپے آزار ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے ملازمت چھوڑ کر وکالت شروع کر دی اور پٹنہ ہی میں کام کرتا رہا۔ سات آٹھ برس بعد جب انبالہ والا مقدمہ چلا تو اس سلسلہ میں مولانا احمد اللہ پر مقدمہ چلانے کا ایک بڑا محرک یہی ٹیلر تھا۔

مولانا یحییٰ علی

مولانا یحییٰ علی مولانا احمد اللہ کے چھوٹے بھائی بڑے عالم بڑے متقی اور خداد وست مرد تھے۔ برسوں مولانا ولایت علی کے ہمراہ سرحد میں رہے۔

جب آپ کے ماموں مولانا شاہ محمد حسین ساکن محلہ نمونیہ کا انتقال ہوا تو اہل محلہ نے انہیں شاہ صاحب کا قائم مقام بنا لیا اور درس و وعظ میں مشغول ہو گئے اس زمانہ میں انھوں نے اندرون ہند مجاہدین کے لیے مالی تنظیم اور فراہمی ارباب جہاد کا اہم کام اپنے ذمہ لیا اور اس وقت تک اس کام کو پوری سرگرمی کے ساتھ جاری رکھا جب تک گرفتار نہ ہو گئے۔ شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد یوسف صاحب رنجور، مولانا یحییٰ علی کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ یہ دس ماہ کے تھے جب مولانا گرفتار ہوئے۔

مولانا عبدالرحیم

مولانا عبدالرحیم ابن مولانا فرحت حسین (برادر اصغر مولانا ولایت علی مرحوم) شعبان ۱۲۵۲ھ (نومبر ۱۸۳۶ء) میں پیدا ہوئے۔ مولانا احمد اللہ کے علاوہ مختلف اساتذہ سے تعلیم پائی۔ مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی سرحد چلے گئے تو سارے خاندان کا بار کفالت مولانا فرحت حسین نے اٹھا لیا۔

جب ان کا انتقال ہو گیا اور مولانا عبداللہ (ابن مولانا ولایت علی مرحوم) بھی گھر بار چھوڑ کر چلے گئے تو مولانا عبدالرحیم کو درس و مطالعہ کی مشغولیت سے کنارہ کش ہو کر گھر بار کا کام کاج سنبھالنا پڑا۔ اسی حالت میں وہ گرفتار ہوئے۔

مولوی محمد جعفر و محمد شفیع

مولوی محمد جعفر تھانیسر میں نمبردار تھے۔ خاصے ذی اثر آدمی تھے۔ گرفتاری کے وقت ان کا ایک چھوٹا بھائی، بیوی دو بچے اور بوڑھی والدہ موجود تھے۔

محمد شفیع دہلی سے لے کر نوشہرہ تک تمام فوجوں کے لیے گوشت کی فراہمی کے ٹھیکیدار تھے اور انبالہ میں اکابرین میں شمار ہوتے تھے۔ بڑی وسیع جائیداد کے مالک تھے۔ انبالہ میں ایک عالیشان مسجد انہوں نے تعمیر کرائی تھی۔ لاہور میں انارکلی میں شفیع کی سرائے جہاں آج کل ہوٹل ہے اسی نام پر بنی تھی۔

ابتلا کا آغاز

مولوی محمد جعفر کے ایک دوست کو کرنال کے ڈپٹی کمشنر سے معلوم ہو چکا تھا کہ امداد مجاہدین کے سلسلہ میں محمد جعفر کو بھی مشتبہ سمجھا جا رہا ہے۔ اس دوست نے فوراً ایک ملازم کو جو مولوی محمد جعفر کا ہمسایہ تھا یہ خبر دے کر تھانیسر بھیج دیا وہ بے چارہ تھانیسر پہنچا تو کافی رات جا چکی تھی۔ مناسب نہ سمجھا کہ مولوی صاحب کو بے آرام کرے۔ یہی طے ہوا کہ صبح ہوتے ہی خبر پہنچا دوں گا۔ لیکن اسی رات کے آخری حصہ میں پولیس کے آدمی تلاشی کے لیے مولوی صاحب کے مکان پر پہنچ گئے۔ تلاشی شروع ہوئی تو کئی ضروری کاغذات پکڑے گئے۔ چونکہ پولیس کے پاس مولوی صاحب کی گرفتاری کے وارنٹ موجود نہ تھا اس لیے کاغذات کو قبضہ میں لے لینے پر ہی اکتفا کیا گیا۔

ملزموں کی گرفتاریاں

مولوی صاحب نے اپنے بعض دوستوں سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ گرفتاری کے وارنٹ جاری ہونے سے پیشتر نکل جانا چاہیے چنانچہ تھانیسر سے دہلی اور وہاں سے علی گڑھ پہنچ گئے لیکن دوسرے دن ان کی گرفتاری کا وارنٹ جاری ہو چکا تھا اور فرار حقیقت میں ان کی مجرمیت کا قاطع ثبوت بن چکا تھا۔ وہ علی گڑھ میں گرفتار ہو گئے اور وہاں سے انہیں ہتھکڑی لگا کر منزل بہ منزل انبالہ پہنچایا گیا۔

اسی طرح عظیم آباد میں بھی پہلے مولانا یحییٰ علی اور مولانا عبدالرحیم کے مکانوں کی تلاشی ہوئی۔ پھر انہیں گرفتار کر کے حوالات میں رکھا گیا۔ بعد ازاں مقدمے کے لیے انہیں انبالہ پہنچا دیا گیا دوسرے آدمیوں کو بھی یکے بعد دیگرے گرفتار کر کے حوالات بھیج دیا۔

مقدمہ اور نماز

مقدمہ شروع ہوا تو مجاہد ملزموں نے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں لگا کر عدالت میں لایا گیا پہلے دن انہوں نے نماز ادا کرنے کی اجازت چاہی تو جواب ملا کہ ان کی خاطر مقدمہ روکا نہیں جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ مقدمہ جاری رہے ادا نماز کے دوران میں جو کارروائی ہوگی اسکے نہ سننے میں ہمیں جو نقصان پہنچے گا اسے ہم بخوشی قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن عدالت نے کہا کہ انہیں باہر جانے کی اجازت کبھی نہیں دی جائے گی اس پر وہ لوگ مقدمے کے دوران میں عدالت میں بیٹھے بیٹھے تیمم کر کے نماز پڑھتے رہے۔

* * * * * * * * *

مراسلات

حجاج کرام کے لیے چند اہم مشورے

شاہی مسجد سرائے عالمگیر کے خطیب مولانا عبداللطیف نے گزشتہ سال دیارِ حبیبؐ کے سفر مبارک کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کے بعد وقتاً فوقتاً جو معلومات فراہم کیں ذیل میں قارئین کے استفادہ کے لیے رقم کر رہا ہوں:-

۱- حجاج کرام سفر مقدس کی روانگی کے وقت رضائیاں، تلائیاں وغیرہ باندھ کر وزن بہت زیادہ کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ایک کمبل کافی ہے۔ بلکہ یہاں سے جاتے وقت گھی، راشن، دالیں وغیرہ ضرور لے جائیں تاکہ بے پناہ گراں اشیاء وہاں خریدنے کی نوبت نہ آئے۔

۲- جہاز میں سوار ہوتے اور اترتے وقت پاسپورٹ اپنے پاس رکھیں۔ معلم کا نام اور پاسپورٹ نمبر الگ کاپی میں بھی محفوظ رکھیں۔ معلم غیر مشہور بنائیں۔ مشہور معلم وہاں حجاج کو پریشان کرتے ہیں اور اکثر چھپ جاتے ہیں۔ اکثر لوگ حج کے طریقہ سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں اور معلم ہی پر قناعت کرتے ہیں لیکن معلم بے پرواہی برت کر حج ضائع کر دیتے ہیں۔

۳- مکہ مکرمہ میں اہم ترین مسئلہ رہائشی مکان کا ہے بیشک مکان دور ہو مگر اس میں پانی، بیت الخلاء اور غسل خانہ کا انتظام ہو۔ نیز دور والے مکان کا کرایہ بھی کم ہو گا۔

۴- منیٰ، عرفات کا خرچہ معلم کے پاس ۶۵ ریال نہ جمع کرائے بلکہ ٹیکسی کے ذریعہ جائے اور پیدل بھی قافلے جاتے ہیں۔

۵- حدودِ حرم مبارک کی سرزمین میں داخل ہوتے ہی حجاج گھر کے لیے چیزیں خریدنا شروع کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بالآخر خرچہ ختم کر کے تلاطم خیز بھنور میں کشتی ضائع کر کے بیٹھ جانے والے ملاح کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔

۶- مدینہ منورہ حج کے بعد جانا زیادہ بہتر ہوتا ہے اور خرچ میں بھی کمی۔ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق پیغمبرؐ کے دیس میں حاضری موجب سعادت، پھر سہولتیں بھی زیادہ ہوں گی۔

۷- دورانِ سفر اگر کوئی چیز بھول جائے تو جہاز کی مسجد میں اعلان کر کے وہیں بیٹھ جائے۔

نہایت اختصار و اعجاز سے چند مشورے لکھ دیے ہیں۔ امید ہے حجاج کرام استفادہ فرمائیں گے۔

(رشید احمد راشد، کالا گوجراں)

رئیس الجامعہ بہاولپور کو برطرف کیا جائے

جمعیۃ علماء اسلام خیرپور ٹامیوالی کے صدر جناب سید عباس علی شاہ صاحب نے جمعیۃ کا ہنگامی اجلاس طلب کیا۔ اجلاس میں رانا شمشاد علی نائب صدر جمعیۃ طلبہ اسلام صوبہ پنجاب اور سید عبدالستار ضلعی ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء اسلام بہاولپور نے بھی شرکت کی۔

رانا شمشاد علی نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ اس وقت ملک میں عوام میں خاص طور پر طلبہ اور مزدور طبقہ میں بے چینی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ پیپلز پارٹی عوام سے کیے ہوئے وعدوں سے منحرف ہو گئی ہے۔ پیپلز پارٹی نے ملک میں آمریت قائم کی ہوئی ہے۔ حالانکہ صدر نے اپنی نشری تقریر میں کہا تھا کہ ہم طلبہ کی سیاست میں مداخلت نہیں کریں گے۔ مگر جامعہ اسلامیہ اور ملک کے دوسرے اداروں میں پیپلز پارٹی کے کارکنوں کے علاوہ چند وزراء نے بھی مداخلت کی۔

انہوں نے کہا کہ جامعہ اسلامیہ بہاولپور کے الیکشن میں جمعیۃ طلبہ اسلام نے انتخاب بھاری اکثریت سے جیت لیا۔ صرف صدر کے امیدواروں کے ووٹ برابر رہے وہ بھی الیکشن میں حملے کی وجہ سے۔ اب رئیس الجامعہ ڈاکٹر فارانی کو چاہیے تھا۔ کہ وہ ری الیکشن کراتے کیونکہ جامعہ میں ایسی روایات موجود ہیں مگر رئیس الجامعہ نے ایسا نہیں کیا۔ اور تیرہ عہدے داروں میں سے صرف تین نے حلف اٹھایا۔ اور حلف بھی محمد افضل وٹو وزیر محنت کی ہدایت پر پولیس کی زیر نگرانی کرایا گیا۔ جبکہ پراچہ صاحب کو ایک روز قبل گرفتار کرا دیا گیا۔ مگر حکومت کو جان لینا چاہیے کہ جمعیۃ طلبہ اسلام نے ملک میں اسلامی انقلاب لانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ ان اوچھے ہتھکنڈوں سے کچھ نہیں بنتا۔

انہوں نے کہا کہ جاوید ابراہیم پراچہ کو حکومت نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت گرفتار کیا ہے اور ان پر تشدد کیا جا رہا ہے۔ ۹ طلبہ کو جامعہ سے خارج کر دیا۔ انہوں نے پر زور مطالبہ کیا کہ رئیس الجامعہ کو طرفداری کے الزام میں برطرف کیا جائے۔ جاوید پراچہ کو رہا کیا جائے اور اخراج کا فیصلہ واپس لیا جائے ورنہ طلبہ میں بڑھتی ہوئی بے چینی کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہو گی۔

عبدالستار ہمدانی ضلعی جنرل سیکرٹری نے کہا کہ مہنگائی نے عوام کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے انہوں نے خیرپور ٹامیوالی میں گھی اور چینی کے ڈپو پر گڑبڑ کی مذمت کی۔

انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی میں قرارداد کا مقصد اعتماد کا ووٹ دینا تھا مگر عوام نے بنگلہ دیش کے بارے میں ممبران پر زور دیا کہ صدر بھٹو کو اعتماد کا ووٹ نہ دیا جائے۔ لہٰذا صدر بھٹو کو ووٹ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اجلاس میں مندرجہ ذیل قراردادیں پاس ہوئیں:-

۱- خیرپور میں پارک بنایا جائے۔ واٹر سکیم کو بہتر بنایا جائے۔ بجلی کے بل ادا کرنے کے لیے بنک قائم کیا جائے۔ ٹیلی فون ایکسچینج قائم کیا جائے۔

۲- مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا گل بادشاہ صاحب کی وفات پر تعزیت کی گئی۔

آخر میں صدر صاحب نے اپنی تقریر میں مقررین کی تقاریر کی پر زور حمایت کی اور پیپلز پارٹی کے ظلم کا طویل ذکر کیا۔ (عبدالستار ہمدانی)

ٹرانسپورٹ کے حادثات کے اسباب

مکرمی و محترمی جناب ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ٹرانسپورٹ بسوں کے حادثات کی روک تھام کے سلسلے میں مفکرین و ماہرین کی مختلف آراء اور وجوہات اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں اور بعض متعلقہ افراد کے انٹرویوز بھی ریڈیو پر نشر ہو چکے ہیں۔ مگر ان حادثات کے سلسلہ میں دو اہم ترین وجوہات کی طرف کسی نے بھی نشاندہی نہیں کرائی۔ شرعی نقطۂ نظر سے یہ ذمہ داری آپ ہی پر عائد ہوتی ہے کہ حکومت اور عوام کی اس سلسلہ میں راہ نمائی فرمائیں۔ کہ یہ حادثات کیوں ہوتے ہیں۔

بذریعہ بس سفر کے دوران کئی بار میں نے محسوس کیا ہے کہ ڈرائیور سیٹ کے اوپر ایک آئینہ بس نما لگا ہوتا ہے۔ جس کے ذریعہ بس میں سوار ہونے اور اترنے والی سواریوں کا عکس صرف آنکھ اوپر اٹھا کر دیکھ لیا جاتا ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ اگر کسی بس کے کسی کونہ میں کوئی عورت بیٹھی سفر کر رہی ہو تو ڈرائیور کی آنکھ آئینہ میں ٹکٹکی بن جاتی ہے۔ یہ آئینہ کا غلط استعمال ہے۔ بقول:-

دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اس کے علاوہ اکثر و بیشتر بسوں میں ریڈیو، ریکارڈنگ وغیرہ کا بندوبست بھی کر دیا گیا ہے۔ آئینہ کے ذریعہ دیدار بازی کے ساتھ ریکارڈنگ کے بول جلتی پر تیل کا کام کرتے ہیں۔ حسن و عشق کی اس کشمکش میں ڈرائیور کی عقل پر پردہ پڑتے ہی اس کا دل بھی بے قابو ہو جاتا ہے۔ نتیجہ یہ

ہوتا ہے کہ بس بھی اس کے بس سے نکل کر بے بسی کے عالم میں کسی خوفناک حادثہ کا شکار ہو جاتی ہے اور کئی خاندانوں کے چراغ گل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ بسوں میں ریکارڈنگ کی ملعون نحوست ہمیشہ کے لیے بند کرا دی جائے اور آئینہ کا استعمال بھی شرعی حدود کے اندر رکھا جائے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ میری امت میں بعض لوگ زمین میں غرق ہوں گے اور ان کی صورتیں بھی مسخ ہوں گی۔ یہ عذاب تب ہوں گے جب گانے والی عورتیں اور آلاتِ لہو (باجہ وغیرہ) عام ہو جائیں گے۔

اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے اس شخص پر جو گانے بجانے کا کام کرے یا اپنے گھر میں اس کا اہتمام کرے۔

(فقیر عبدالواحد بیگ مرحوم۔ محلہ سادات ملتان شہر)

سُنّی مطالبات منوانے کیلیے

دستخطی مہم کا آغاز

مدنی جامع مسجد چکوال بتاریخ ۲۷-۷-۷۳ بروز جمعہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب امیر صوبہ پنجاب خدام اہلسنت والجماعت نے حکومت پاکستان سے سنّی مطالبات منوانے کے موضوع پر تقریر فرمائی اور اہل سنت والجماعت کے اکثریتی فرقہ کے حقوق کے تحفظ یعنی سرکاری اور نیم سرکاری تعلیمی اداروں میں صرف اہلسنت والجماعت کا نصاب دینیات پڑھائے جانے کا مطالبہ کیا۔ اور فرمایا کہ یہ ہر اکثریتی فرقہ کا جائز اور جمہوری حق ہے جس کو کسی طرح نظرانداز کرنا مناسب نہیں۔ اس پر ناروے، آئرلینڈ اور اپنے ہمسایہ ملک ایران کی مثال پیش فرمائی کہ وہاں اسی اصول کے مطابق نصاب تعلیم رائج ہے۔ حضرت قاضی صاحب نے شیعہ صاحبان کو بھی مشورہ دیا کہ وہ اپنے حقوق سے تجاوز کر کے ملک کے اندر انتشار نہ پھیلائیں اور ایسے مشکل وقت میں حکومت پاکستان کے لیے بھی مزید مشکلات کا سامان پیدا نہ کریں۔ وہ اپنی تعلیم کا انتظام بڑے شوق سے اپنے پرائیویٹ سکولوں میں کریں یہ ان کا آئینی حق ہے۔ حضرت قاضی صاحب نے فرمایا کہ ہم نے پورے ملک کے اندر کراچی سے لے کر پشاور تک ایک دستخطی مہم چلانے کا فیصلہ کیا ہے جس میں سات ایم این اے ممبر قومی اسمبلی حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک، مولانا عبدالحق صاحب بلوچستان، مولانا نعمت اللہ صاحب کوہاٹ، مولانا شاہ احمد نورانی کراچی، مولانا صدر الشہید صاحب بنوں اور مولانا عبدالحکیم صاحب راولپنڈی کے علاوہ پاکستان کے مشہور دینی اداروں کے مہتمم صاحبان، مقتدر علمائے کرام اور اساتذہ شامل ہیں جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی ہے۔ عنقریب ان تمام دستخطوں کو چھپوا کر شائع کیا جائے گا۔ مدنی جامع مسجد کے ہزاروں نمازیوں نے اپنے ہاتھ اٹھا کر اس مطالبہ کی پُرزور تائید کی اور اس کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کا اقرار کیا۔ اس مہم میں اہلسنت والجماعت کے ہر مکتب فکر دیوبندی، بریلوی، تنظیم اہلسنت اور اہل حدیث علمائے کرام بھی شامل ہیں۔ چونکہ یہ مسلمانانِ پاکستان کے اکثریتی فرقہ اہلسنت کا متفقہ فیصلہ ہے اس لیے حکومت پاکستان کو لازم ہے کہ تدبر سے کام لیتے ہوئے اس مطالبہ کو منظور کر کے لاکھوں مسلمانوں کو مطمئن کرے۔

(احمد حسین خادم، خدام اہلسنت والجماعت چکوال)

چاول کی خریداری میں دھاندلیاں

گزشتہ سال چاول کی خریداری میں ایسی دھاندلیاں کی گئی تھیں جن کی مثال محکمہ خوراک کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ خرید چاول کے وقت بعض آڑھتیوں اور راشی افسران خوراک کی ملی بھگت سے حکومت کو کروڑوں روپے کے زرمبادلہ کا نقصان اٹھانا پڑا کیونکہ خرید کے وقت باسمتی چاول میں اری پاک چاول کی ملاوٹ اس قدر کی گئی تھی کہ بیرونی ملکوں نے ہمارا چاول خریدنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ سودے ہو چکنے کے بعد جب باہر کے ممالک کے جہاز چاول اٹھانے کی غرض سے کراچی پہنچے تو ان کو واپس ہونا پڑا کیونکہ چاول باسمتی میں اسی یا نوے فیصد تک اری پاک چاول کی ملاوٹ تھی۔ باسمتی چاول کی قیمت خرید ۳۸ روپے من حکومت نے ادا کی۔ اری پاک چاول کی قیمت ۲۲ روپے من تھی۔ خیال فرمائیے کہ حکومت نے سو من چاول باسمتی کی قیمت بحساب ۳۸ روپے فی من آڑھتیوں کو ادا کر دی مگر ان کو صرف دس بیس من چاول باسمتی ہاتھ آیا۔ اسی نوے من چاول اری پاک جو کہ ۲۲ روپے من کا تھا ۳۸ روپے من میں ملا۔ پنجاب گورنمنٹ کے محکمہ خوراک کے چند راشی افسران اور چند بددیانت آڑھتیوں نے اس کام میں اپنی تجوریاں بھر لیں اور کروڑوں روپے حاصل کر لیے۔ جس کی سزا حکومت اور ملک کو بھگتنا پڑی۔

اس بات کا انکشاف اس وقت ہوا جب بیرونی ملکوں نے سودے منسوخ کر دیے اور اپنے جہاز کراچی سے واپس خالی منگوا لیے۔ اخبارات میں اس سکینڈل کا چرچا ہوا تو عوام کو معلوم ہوا کہ محکمہ خوراک کی کارکردگی کیسی ہے۔ جب انکوائری ہوئی تو نامعلوم وجوہات کی بنا پر بہت سے بے گناہ آڑھتیوں کو بھی ملوث کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس پر مزید واویلا ہوا تو انکوائری کسی دوسرے ہاتھوں میں دے دی گئی اس کے بعد عوام کو کچھ معلوم نہیں کہ اس انکوائری کا کیا حشر ہوا۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ بددیانت افسر اور آڑھتی اسی طرح دندنا رہے ہیں۔ چونکہ بے گناہ آڑھتیوں کو بھی دھمکی دی گئی تھی کہ سب کے خلاف مارشل لاء میں مقدمات چلائے جائیں گے۔ آڑھتیوں نے چاول کو حکومت کے ہاتھ بیچنا ہی بند کر دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا ہے کہ امسال حکومت باسمتی چاول خرید ہی نہیں سکی صرف چند گاڑیاں چاول خرید ہوا ہے۔ جس سے کچھ بھی زرمبادلہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ مغربی پاکستان میں چاول اور کپاس کی برآمدات پر سب سے زیادہ زرمبادلہ حکومت کو حاصل ہوا کرتا تھا مگر اس سال اور گزشتہ سال چاولوں کی مد میں کوئی زرمبادلہ نہیں کمایا۔ حالانکہ اس سے قبل قریباً ۴۰ کروڑ روپے کا زرمبادلہ چاول کی برآمد میں حاصل ہوتا رہا ہے۔

حکومت پنجاب کی خدمت میں التماس ہے کہ رائس سکینڈل کیس کی انکوائری فوری طور پر کرائیں اور مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جائے تاکہ آئندہ محکمہ خوراک کے افسران صحیح کام کریں۔ ایک انکوائری بورڈ فوری طور پر تشکیل کیا جائے جس میں محکمہ اینٹی کرپشن کا سپرنٹنڈنٹ پولیس ہو اور ایک ایم پی اے یا ایم این اے ہو۔ انکوائری دس دن میں مکمل کر کے راشی افسران اور بددیانت آڑھتیوں کا چالان کر کے عدالت میں پیش کر دیا جائے تاکہ آئندہ ایسی حرکت کوئی ملازم یا آڑھتی نہ کرنے پائے۔ (واقف حال)

مولانا افغانی کی خدمات جامعہ اسلامیہ کیلیے جاری رکھی جائیں

بہاولپور۔ جامع مسجد الصادق میں نماز جمعہ کے موقعہ پر جناب محمد حسن چغتائی صدر ڈویژنل مجلس احرار اسلام نے مندرجہ ذیل قرارداد پیش کی جو بالاتفاق منظور کی گئی۔

"اس حقیقت کے پیش نظر کہ بہاولپور کی سرزمین قدیم الایام سے دینی علوم و فنون کا گہوارہ رہا ہے اور جامعہ عباسیہ کا قائمقام ادارہ جامعہ اسلامیہ اس کی دینی عظمت کا اہم نشان ہے۔ اس ادارہ کو اب تک متبحر عالم دین حضرت مولانا سید شمس الحق افغانی مدظلہ کی خدمات کا شرف حاصل رہا ہے۔ اسلامیان بہاولپور کو یہ معلوم کر کے انتہائی دکھ ہوا ہے کہ حضرت موصوف کی ملازمت میں مزید توسیع نہیں کی گئی۔ جس کے نتیجہ میں نہ صرف اس ادارہ کی حیثیت اور اس کے متعلقین متاثر ہوں گے بلکہ بہاولپور ڈویژن اور اس کے گردونواح کے عوام بھی حضرت موصوف کے چشمہ فیض سے محروم ہو جائیں گے۔ جامع مسجد الصادق کا یہ عظیم اجتماع محکمہ اوقاف کے ارباب حل و عقد سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مولانا موصوف کی خدمات کی حسب سابق توسیع کر کے ادارہ کی بہتری اور عامۃ المسلمین کے اطمینان کا سامان بہم پہنچائیں۔"

بطلِ جلیل مولانا سیّد گل بادشاہ مرحوم کی وفات پر پنجاب جمعیۃ کا اظہارِ تعزیت

جمعیۃ علماء اسلام اور دینی مدارس کے تعزیتی جلسے!!

ملتان ۲۲ر جولائی جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد کے امیر اور متحدہ جمہوری محاذ کے صوبائی سربراہ، مجاہد آزادی مولانا سید گل بادشاہ کی وفات حسرت آیات پر پنجاب جمعیۃ کے انتخابی اجلاس منعقدہ ملتان ۲۲ر جولائی کو ایک تعزیتی قرارداد منظور کی گئی جس میں مولانا کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور جنگ آزادی میں مولانا مرحوم کی گرانقدر مجاہدانہ خدمات اور بعدازاں ملک میں اسلامی احکام کے نفاذ اور فتنوں کے استیصال کے لیے مولانا کی مومنانہ اور عالمانہ کوششوں کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے جملہ پسماندگان سے اظہارِ ہمدردی اور مولانا کے لیے بلندی درجات کی دعا کی گئی۔

مدرسہ عربیہ نعمانیہ

کمالیہ ۱۶ر جولائی شہر کی ممتاز علمی و دینی درسگاہ مدرسہ عربیہ نعمانیہ کمالیہ میں مہتمم مدرسہ مولانا محمد اختر صدیقی کے زیر صدارت اساتذہ کرام اور طلبۂ جامعہ کا ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا۔

مولانا محمد اختر صدیقی نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ مولانا سید گلبادشاہ کے انتقال سے برصغیر کی تحریک آزادی کا ایک باب ختم ہو گیا مولانا مرحوم زندگی بھر طاغوتی عناصر کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ انہوں نے راہِ حق میں اسلام اور وطن و قوم کے لیے دس سال تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ وہ اکابر علماء حق کے صحیح وارث تھے۔ آپ باطل کے خلاف ہر محاذ پر اپنی عالمانہ شان کے مطابق لڑتے رہے۔ لالچ اور تشدد کبھی ان کو متزلزل نہ کر سکے۔ ان کا وجود دنیا پرست اور جاہ و اقتدار کے بھوکے نام نہاد مذہبی رہنماؤں کے لیے ایک چیلنج تھا۔ انہوں نے سچائی کا پرچم کبھی سرنگوں نہ ہونے دیا۔ فرنگی سامراج اور ملک میں مختلف ادوار میں برسرِ اقتدار آنے والے بعض آمروں اور ڈکٹیٹروں نے اعلائے کلمۃ الحق کے جرم میں مولانا پر بے پناہ مظالم توڑے پابندیوں اور نظر بندیوں کے کٹھن اور حوصلہ شکن مرحلوں میں مولانا مرحوم ہمیشہ ثابت قدم رہے۔ انہوں نے جرأت و مردانگی اور ایثار و قربانی کی جو مشعلیں اپنے عمل سے روشن کیں وہ اہل صداقت اور جمعیۃ علماء اسلام کے مخلص اور بے لوث کارکنوں کی ہمیشہ رہنمائی کرتی رہیں گی۔

اجلاس میں ایک تعزیتی قرارداد بھی منظور کی گئی اور مولانا کی روح کو ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی۔

جمعیۃ علماء اسلام لائلپور

لائلپور ۱۵ر جولائی۔ جمعیۃ علماء اسلام ضلع لائلپور کے امیر مولانا مفتی محمد یوسف الحسینی، جنرل سیکرٹری مولانا محمد اختر صدیقی پبلسٹی سیکرٹری مولانا محمد عمر لدھیانوی اور شہری جمعیۃ کے امیر حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب جالندھری نے سرحد جمعیۃ کے صوبائی امیر مولانا سید گل بادشاہ کی وفات پر ایک مشترکہ بیان میں مولانا کی وفات کو دینی قوتوں کے لیے گہرا صدمہ قرار دیا ہے اور کہا ہے۔ کہ مولانا کی وفات سے قوم ایک نڈر، حق گو، مخلص، عالم دین اور ایسے سیاسی قائد سے محروم ہو گئی ہے جس کا سب کچھ اسلام، وطن اور قوم کے لیے تھا۔ بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ مولانا گل بادشاہ کی وفات سے علمی دینی اور سیاسی حلقوں میں پیدا ہونے والا خلاء برسوں پورا نہ ہو سکیگا

مدرسہ اشرف المدارس

لائلپور۔ ۱۶ر جولائی شہر لائلپور کی معروف دینی درسگاہ مدرسہ اشرف المدارس میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا۔ مہتمم مدرسہ مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا جمال الدین صدر مدرس مولانا غلام محمد ناظم تعلیمات مولانا عبدالعلیم اور دوسرے اساتذہ کرام اور طلبۂ مدرسہ نے مولانا گلبادشاہ کے لیے دعاء مغفرت کی اور ایک قرارداد کے ذریعہ مولانا مرحوم کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔

جمعیۃ علماء اسلام لیہ

لیہ (مظفر گڑھ) جمعیۃ علماء اسلام کا ایک تعزیتی اجلاس ہوا جس نے حضرت مولانا گل بادشاہ خاں کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور مولانا مرحوم کی دینی و ملی خدمات کو سراہتے ہوئے دعائے مغفرت کی گئی اور ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی کی گئی۔

دارالعلوم حنفیہ چکوال

چکوال۔ دارالعلوم حنفیہ چکوال میں مولانا سید گل بادشاہ صاحب کی وفات پر ایک تعزیتی اجلاس زیر صدارت ضلعی جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام حافظ عبدالرحمٰن قاسمی منعقد ہوا۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے حافظ عبدالرحمٰن قاسمی نے کہا۔ کہ مولانا سید گل بادشاہ کی وفات ایک عظیم قومی سانحہ ہے۔ مولانا مرحوم نے جو شاندار خدمات ملک و ملت کے لیے سرانجام دی ہیں وہ کبھی تاریخ فراموش نہ کر سکے گی۔ انگریز سامراج کو ملک سے نکالنے کے بعد مولانا نے ملک کے استحکام اور اسلامی آئین کے نفاذ کی جدوجہد میں جو صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں تاریخ ان کا اعتراف کرے گی۔

جمعیۃ علماء اسلام کالا گوجراں (جہلم)

جہلم۔ جمعیۃ علماء اسلام کالا گوجراں کے امیر اور ضلع جہلم کے ناظم رشید احمد ارشد و اراکین جمعیۃ نے مولانا سید گل بادشاہ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی وفات کو ملت اسلامیہ کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کو انگریز کی غلامی سے نکالنے کے لیے جو جنگ لڑی اس میں کام آنے والا ان کا قیمتی خون رنگ لا کر رہے گا۔ ان کی زندگی میدان حق میں ہمارے لیے مستقبل میں روشنی کا مینار، مشعل راہ اور درخشاں باب ہے۔ مدرسہ فاروقیہ تعلیم الاسلام کالا گوجراں میں قرآن خوانی کر کے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل و اجر جزیل کی دعا کی گئی۔

جمعیۃ علماء اسلام ضلع جہلم کے ناظم اعلیٰ مولانا عبداللطیف نے جنگِ آزادی کے عظیم ہیرو، بطلِ جلیل مولانا سید گل بادشاہ امیر جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔

انہوں نے کہا جمعیۃ علماء اسلام ہی نہیں بلکہ پوری پاکستانی قوم ایک بے باک سیاسی مجاہد اور نڈر مذہبی ترجمان سے محروم ہو گئی ہے

جمعیۃ علماء اسلام ڈسکہ

ڈسکہ ضلع سیالکوٹ۔ جمعیۃ علماء اسلام کے کارکنوں کے اجلاس میں حضرت مولانا سید گل بادشاہ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔

ابھی چند دن ہوئے کہ حضرت مولانا لعل حسین اختر

(باقی صفحہ ۲ پر)

بقیہ: بچوں کی تعلیم و تربیت

گھریلو کام کاج میں بچوں کا عمل دخل

بچوں کو کام کاج میں لگائے رکھنا اور ان کی کارکردگی کی مناسب تعریف کرنا بڑا ضروری ہوتا ہے۔ پڑھائی لکھائی سے بھی زیادہ قیمتی تعلیم کاموں کے ذریعے دی جا سکتی ہے۔ گھر کے کام کاج میں بچوں کو ذاتی ذمہ داری کا احساس دلایا جائے۔ بازاروں سے سودا لانے، بستر بچھانے، مہمانوں کا دھیان رکھنے، گھر کے اخراجات کا حساب کتاب، کھانا پکانا، سینا پرونا، کپڑے استری کرنا۔ اپنی موٹر ہو یا اپنی بھینس ہو یا تانگہ وغیرہ ہو تو اس کی مناسب دیکھ بھال کرنا۔ یعنی اس طرح کے ہر کام میں بچوں کو حصہ دیا جائے اور انہیں ہر وقت مستعد اور متحرک حالت میں رکھنے کی کوشش کی جائے۔ اور گھر میں کسی بچے کو کبھی بھی اداس یا مایوس نہ ہونے دیا جائے۔ جھڑکنا اور مارنا بالکل ممنوع ہونا چاہیے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے معصوم بچوں کے نرم و نازک دلوں کو دردناک ٹھیس پہنچتی ہے۔ جو ماں باپ ڈکٹیٹر بننے کی کوشش کرتے ہیں وہ اپنے پیارے بچوں کے قدرتی تخیل اور ان کی فطری افتاد کو تباہ کر دیتے ہیں جس بچے کی شخصیت کا احترام کیا جائے گا اس کے بارے میں پندرہ سولہ سال کی عمر میں ہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا بن سکتا ہے۔

آپ ابھی سے اپنے بچوں کے متعلق ملازمتوں، وکالتوں اور اونچے اونچے عہدوں کا خیال ترک کر دیں۔ ابھی آپ انہیں قابل رشک صحت بدنی سے آراستہ کرنے کی کوشش کریں۔ اور انہیں قابلِ رشک مضبوط قوتِ ارادی سے خود دار انسان بنائیں۔ پھر وہ اپنی مرضی کے مطابق قابلِ رشک کامیاب زندگی بسر کر سکیں گے۔ اور یہ مرتبہ اچھی صحت عمدہ صلاحیت اور نیک عادات کے بغیر ہرگز نہیں مل سکتا۔

اچھے شہری کی صفات پیدا کرنے کے لیے بچوں کو مل جل کر کام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے کبھی ان کا کیمپ کسی ندی یا دریا کے کنارے لے جائیں جہاں وہ خود کھانا پکائیں اور اپنا تمام بندوبست کریں۔ اسی طرح اگر آپ کسی گاؤں میں رہتے ہیں تو گاؤں کے مشترکہ کاموں میں بچوں کو حصہ لینے کا موقع دیں۔ یعنی زمینوں میں مشترکہ سبزی پیدا کی جائے اور مشترکہ باغیچے لگائے جائیں۔ اسی طرح مشترکہ زندگی کے اور بھی کئی ایک مواقع سوچے جا سکتے ہیں۔ کبھی والدین بچوں کو کھانا کھلائیں اور کبھی بچے والدین کو اپنے کیمپوں میں مدعو کریں۔ مہینے میں ایک دو مرتبہ بچے اپنے گھروں سے کھانا لا کر اسے ایک جگہ ملا کر اور پھر آپس میں بانٹ کر کھائیں۔ اس طرح بچوں کے والدین میں بھی ایک قسم کا خوش کن اشتراک پیدا ہو سکے گا۔ دلچسپ کام، عمدہ صحت اور مشترکہ زندگی بچوں میں اچھی صفات پیدا کر سکتے ہیں۔ اسی طرح کے کیمپ سکولوں اور کالجوں کی انتظامیہ کی جانب سے بھی قائم کیے جا سکتے ہیں

المختصر ہمارا مطمح نظر یہ ہو کہ بچہ جتنا مضبوط، خود مختار اور جس قدر ذمہ داری کے ساتھ سوچ سکتا ہو اسے سوچنے دیا جائے اور اسے ہر مناسب آزادی بھی دی جائے۔

جمعیۃ العلمائے اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس، ملکی صورت حال پر تشویش کا اظہار

(نمائندہ خصوصی) جمعیۃ علمائے اسلام کی صوبائی جنرل کونسل کے اجلاس میں ساڑھے تین سو ارکان نے متفقہ طور پر ایک قرارداد کے ذریعے ملک کی بگڑتی ہوئی صورت حال پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ جنرل کونسل کا اجلاس یہاں مولانا مفتی محمود کی سربراہی میں منعقد ہوا۔ ایک قرارداد میں کہا گیا کہ عوام کے جمہوری حقوق کے خلاف برسر اقتدار پارٹی کے مسلسل اقدامات کی یہ اجلاس مذمت کرتا ہے۔ اپوزیشن کے جلسوں پر فائرنگ، دفعہ ۱۴۴ اور ڈی پی آر کا اندھا دھند استعمال سیاسی کارکنوں کے خلاف طرح طرح کے مقدمات کی بھرمار سرکاری اخبارات کے ذریعے مخالف جماعتوں کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حکومت کو جمہوری اصولوں پر یقین نہیں رہا۔ قرارداد میں عوام کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ پنجاب کی بگڑتی ہوئی صورت حال کو محسوس کر کے بہتر تبدیلیوں کے لیے میدان میں نکل آئیں۔ ایک اور قرارداد میں بلوچستان اور سرحد میں مختلف پارٹیوں کی اکثریت کو لالچ اور دباؤ کے ذریعے توڑنے کی کوششوں کی مذمت کی گئی۔ قرارداد میں بلوچستان اور سرحد کے عوام کو یقین دلایا گیا کہ جمہوریت کی بحالی کی جدوجہد میں پنجاب کے عوام ان کے ساتھ ہیں۔ اجلاس میں متفقہ طور پر مولانا مفتی محمود کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔ مولانا عبید اللہ انور کو متفقہ طور پر جمعیۃ کا صوبائی امیر، مولانا غلام ربانی نائب امیر اول، قاری عبدالسمیع سرگودھا نائب امیر دوم، مولانا سید ضیاء احمد شاہ گیلانی ناظم عمومی، قاری نور الحق قریشی اور مولانا محمد رمضان کو ناظم منتخب

بقیہ: خطبہ جمعہ از مولانا عبید اللہ درخواستی

حضور فرماتے ہیں جمعہ کے دن مجھ پر درود شریف زیادہ پڑھا کرو۔ جمعہ کا یوم بھی جمالی ہے اور جلالی بھی۔ مسجد مقام جلالی اور جمالی دونوں ہیں جس طرح بیت اللہ مقام جلال ہے وہاں حاجی لوگ بھی جلالی بن جاتے ہیں۔ مدینہ شریف مقام جمالی ہے۔ وہاں حاجی لوگ جمالی بن جاتے ہیں۔

مسجد میں جب بندہ جاتا ہے جلالی بن جاتا ہے مگر جب سر جھکاتا ہے تو جمال کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ انسان کوئی جلالی کوئی جمالی کوئی جامع یعنے ہر دو اوصاف پائے جاتے ہیں مقام احد میں رحمۃ للعالمین کے زخم دھوئے جا رہے ہیں۔ جمال کا غلبہ تھا تو مخالفین کے حق میں فرمایا اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت بخش وہ میری شان کو نہیں جانتے۔ احد کے میدان میں مسلمانوں پر جب اپنی بے طوری سے صدمہ لاحق ہوا تھا اور مسلمانوں کی جماعت تتر بتر ہو رہی تھی تو اس وقت ابوسفیان نے پوچھا۔ این محمد؟ این ابوبکر؟ این عمر؟ کہاں ہے محمد؟ کہاں ہیں ابوبکر؟ کہاں ہیں عمر؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سنا تو فرمایا لا تجیبوا، جواب مت دو۔ جب ابوسفیان کو جواب نہ ملا تو اس نے کہا اعل ھبل اے ہبل بلند ہو جا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اعلیٰ واجل اللہ بلند اور بزرگ ہے۔ اللہ مولیٰ ولا مولیٰ لکم آپ پر جمال کا غلبہ تھا۔ مگر جب توحید پر حملہ ہوتا آپ برداشت نہ کر سکتے تھے مگر اپنے ذاتی معاملات میں کبھی بدلہ نہیں لیا۔ ما انتقم رسول اللہ عن نفسہ قط۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تہذیب و اخلاق کے چار سبق بیان ہوئے پانچواں سبق تعظیم شعائر اللہ ان شاء اللہ تعالیٰ بدم زندگی و نصرت ایزدی آئندہ جمعہ میں بیان ہوگا۔ واقول قولی ھذا استغفر اللہ العظیم — وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

بقیہ: تاریخ اسلام کا آئینہ

زر بن جیش رض نے حضرت سعد سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ کافروں سے چھپنے کے لیے کوہ حرا میں جو چڑھے تو پہاڑ ہلنے لگا جس وقت پہاڑ میں زیادہ جنبش ہوئی تو حضور نے اس پر اپنا ہاتھ مار کر فرمایا۔ اے پہاڑ ساکن ہو جا۔ کیونکہ تیرے اوپر اس وقت نبی، صدیق رض اور شہید موجود ہیں۔ بعد میں جو غور کیا گیا تو اس وقت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق رض، حضرت عمر فاروق رض، حضرت عثمان غنی رض، حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت طلحہ رض، حضرت زبیر رض، حضرت سعد رض، حضرت عبدالرحمن اور خود راوی روایت

انور عزیز کی دادی کا انتقال

حلقہ احباب میں یہ خبر رنج و غم کے ساتھ سنی جائیگی کہ انور عزیز چک تلاتوان گجی ضلع لائلپور کی دادی کا گزشتہ دنوں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر و تحمل عطا فرمائے۔

فکر و نظر

بچوں کی تعلیم و تربیت کیسے ہو؟

ڈاکٹر محمود صدیقی

انگریزی دورِ حکومت میں جو طریقۂ تعلیم رائج ہوا تھا۔ اس کا مقصد سرکاری محکموں کے لیے کلرک پیدا کرنا تھا۔ آہستہ آہستہ کچھ ہونہار نوجوان وکیل اور بیرسٹر بھی پیدا ہو گئے۔ پھر تعلیم کا شوق بڑھنے لگا اور گھر گھر چرچا ہونے لگا۔ اس لیے کوئی ڈیڑھ سو سال میں تقریباً دس فیصد لوگ لکھ پڑھ گئے۔

۱۹۴۷ء میں پاکستان بننے کے بعد سکولوں اور کالجوں کا انتظام اپنی حکومت کے ہاتھ آ گیا۔ چنانچہ محکمۂ تعلیم نے جگہ جگہ کھول کر نئے مدرسے کھولے اور اپنی بساط بھر تعلیم کو فروغ دیا۔ تاہم ابھی ہزاروں بچے سکول جانے کے لیے تڑپ رہے ہیں اور ہزاروں ماں باپ اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے کے متعلق فکرمند رہتے ہیں۔ تمام بچوں کے لیے اچھے سکول اور اچھے کالج میسر نہیں آ رہے ہیں۔

میں نے اس بارے میں بہت سوچا ہے لیکن کوئی انفرادی سوجھ قومی سوجھ کی ہم پلہ نہیں ہو سکتی۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ کوئی مشکل سے مشکل مسئلہ بھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کا حل نہ مل سکے اس لیے بہت سے اچھے دل اور بہت سے اچھے دماغ مل کر بیٹھیں تو ضرور کوئی نہ کوئی صورت یقیناً نکل سکتی ہے۔

بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں ہمیں دنیا کے دوسرے ممالک کے طرزِ عمل کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے۔

امریکہ میں ایک ایسا کالج ہے جس کا کورس اپنی ہی قسم کا ہوتا ہے۔ اس کالج میں بچے ایک مہینہ پڑھتے ہیں اور پھر ایک مہینہ کام کرتے ہیں، پھر پڑھتے ہیں اور پھر کام کرتے ہیں۔ جس کام کی اہلیت کسی طالب علم میں ہوتی ہے۔ اس کو وہی کام دیا جاتا ہے پلیٹیں صاف کرنے سے لے کر کلرکی، اکاؤنٹنسی اور مشین چلانے تک کے متفرق کام مہیا کیے جاتے ہیں۔ اس طرح ماں باپ کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر زیادہ خرچ بھی نہیں کرنا پڑتا۔ اور سولہ سال میں صرف ایم۔ اے پاس کرنے کے بجائے ۲۴، ۲۵ سال کی عمر تک ایم۔ اے بھی پاس کر لیتے ہیں اور اپنی مرضی اور طبیعت کے مطابق کام میں ماہر ہو کر روزی کمانے کے قابل بھی بن جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی شخصیت بھی نہایت نکھر جاتی ہے۔

شخصیت کو ابھارنے کی ضرورت

ہمارے ملک میں سکولوں اور کالجوں میں نوجوانوں کی شخصیت کو ابھارنے کے متعلق بہت کم دھیان دیا جاتا ہے۔ دسویں جماعت کی تو بات ہی چھوڑیے کتنے ہی بی۔ اے پاس نوجوانوں کو ایک خط تک صحیح لکھنا نہیں آتا۔ نہ انہیں زندگی کا کوئی اور کام آتا ہے سچی بات تو یہ ہے کہ جس پودے کی مناسب طور پر نلائی نہ کی گئی ہو۔ اس کا ڈیل ڈول ہی کیا ہو سکتا ہے؟ "شخصیت" جیسا قیمتی جوہر اپنی ہی زندگی سے تنگ آئے ہوئے ماسٹر سے کتابیں پڑھ کر نہیں بن سکتا۔ مغربی ممالک کے لوگ ڈگریوں کے اتنے مشتاق نہیں جتنے کہ ہم ہیں۔ وہ طاقتور بننے اور کچھ کام سیکھنے پر زور دیتے ہیں۔ ہم بھی اگر اپنے بچوں کے لیے محض ڈگریاں اور سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کا خیال ترک کر دیں اور انہیں تعلیم کے ساتھ ساتھ کوئی ضروری کام سکھائیں۔ ان کی عادات کو صحت مند اور ان کا جسم مضبوط بنائیں تاکہ وہ ایک اچھے شہری ثابت ہوں، اور اپنی برادری میں بھی ممتاز حیثیت حاصل کر سکیں۔

تو یہ بات ہماری آئندہ نسل کے لیے بھی بے حد مفید ہو گی اور ملک و ملت کے لیے بھی اس سے بہتر اور کوئی خدمت نہیں ہو سکتی۔ ہمارے ملک میں موجودہ سکولوں میں پڑھائی کے ساتھ ساتھ اگر سنجیدہ قسم کے والدین اپنی ایک کمیٹی بنا کر بیس بیس بچوں کے لیے ایک ماسٹر رکھنے کا انتظام کر لیں۔ اور اگر چالیس بچوں کا اہتمام ہو سکے تو سو سو روپے ماہوار پر دو ماسٹر اور پچاس ساٹھ روپے پر ایک ماسٹر ورزش کرانے کے لیے رکھ لیں۔ اور تقریباً تین سو روپے ماہوار کا بجٹ بنا لیں۔ اگر مکان نہ ملے تو دو تنبو ہی کرایہ پر لے لیں۔ اور محلہ کے قریب ہی کسی کھلی جگہ پر انتظام کر لیں۔ فی بچہ آٹھ یا دس روپے ماہوار فیس مقرر کر لیں۔ ہر شریف اور سمجھ دار گھرانے سے بچے مل جائیں گے اس طرح بچوں کی تعلیم و تربیت کا بھی اور ایک استاد کی نگرانی میں بچوں کے کھیلنے کودنے کا بھی خاطر خواہ انتظام ہو جائے گا۔ ہر یونین کمیٹی کے ممبر صاحب اگر اس نیک اور ضروری کام کی طرف توجہ فرمائیں تو یہ کام بخوبی سرانجام پا سکتا ہے۔

اچھے شہری

بالکل ان پڑھ بچوں کو بھی جو فضول کھیلوں میں اور آوارہ پھرنے میں وقت ضائع کرتے ہیں انہیں پڑھا لکھا کر اچھے شہری بنایا جا سکتا ہے۔ آپ یقین کیجیے کہ یہ کام بے حد و بے حساب نیکیوں کا حامل ثابت ہو گا۔ اصل عبادت بھی یہی ہے کہ ہم دوسروں کو کسی نہ کسی حد تک مستفید ہونے میں امداد دیں۔ عام بچوں کو پہلے تو مادری زبان میں اپنے خیالات لکھ پڑھ سکنے کی ضرورت ہے دوسرے نمبر پر گنتی وغیرہ سکھائی جائے۔ تیسرے درجے پر کچھ تاریخ جغرافیہ، چوتھے درجے پر سائنس اور اچھی صحت کے اصول وغیرہ سکھائے جائیں۔ پھر اس سب کچھ کے بعد غیر ملکی زبانیں سکھائی جائیں۔ بہت زیادہ حساب آئے نہ آئے۔ عام زندگی میں جمع، تفریق، ضرب، تقسیم اور پہاڑوں سے زیادہ کی ضرورت نہیں پڑتی اس لیے ہمارے ہاں ہر شخص کو اس قدر تعلیم تو ضرور ہی ہونی چاہیے۔

دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ ہر بچہ کو کسی نہ کسی کام کا اہل بنایا جائے اس کے لیے سکول یا کالج کی پڑھائی ختم کرنے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ بچوں کو شروع ہی سے کام پر لگایا جائے اور ہر بچے کے لیے کام اس کی طبیعت اور اس کی خداداد صلاحیتوں کی جانچ پڑتال کر کے تجویز کرنا چاہیے۔

بچوں کے لیے ورزش کھیل اور مضبوط جسم بنانے کا شوق کسی دوسرے مضمون سے کم درجہ نہیں رکھتا۔ کرکٹ، ہاکی، فٹ بال کے اچھے کھلاڑی اور دوڑنے کودنے والے نوجوان زندگی میں کافی آگے نکل جاتے ہیں۔ اور مضبوط جسم ہر ایک کام میں بیحد مفید اور ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ اچھی صحت اور مضبوط جسم بنانے کا شوق کسی بھی شوق سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ اس لیے میں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ ورزش اور کھیل کود کی ضرورت کو بھی ثانوی حیثیت نہ دی جائے۔

بچوں پر اعتماد کی ضرورت

علاوہ ازیں بچوں پر کوئی دباؤ نہ ڈالا جائے۔ ان پر بھروسہ کیا جائے، ان کا احترام کیا جائے انہیں اس دنیا کا مالک سمجھا جائے جس دنیا میں ہم نے اپنی زندگی کی شام بسر کرنی ہے۔ اب یہ دنیا ان کے فیصلوں پر چلے گی۔ آپ ان کے بگڑنے کی فکر بھلا دیں۔ نوے فیصد بچے غیر ضروری دباؤ سے بگڑتے ہیں، شریر، شوخ اور منہ زور بچے تو عام بچوں کی نسبت زیادہ اچھے امکانات کے حامل ہوتے ہیں۔

(باقی ص۱۸ پر)

بقیہ : ایک ہمہ گیر مثالی انقلاب

انقلاب تھا جس نے عرب و عجم کو جھنجھوڑ کر خواب غفلت سے جگایا۔ اور جو ظلمت کدہ انسانیت میں آفتاب بن کر چمکا اور اسے بقعۂ نور بنا دیا۔

مثالی کارنامے

تغیر و انقلاب کی ان لہروں نے اوّل اوّل انسانی فکر و نظر کے پرانے اور بوسیدہ زاویے تبدیل کر کے نئے اور اچھوتے انداز سے آشنا کیا اس انقلاب نے انسانوں کا رشتۂ عبودیت ان گنت معبودوں سے چھڑا کر صرف ایک معبود سے منسلک کیا انہیں بے شمار خداؤں سے نجات دلا کر ایک خدا کا پرستار بنا دیا۔

اس انقلاب و تغیر نے لوگوں کے لیے نئے زاویے تجویز کیے، کہ ہر انسان اپنے جبلی خصائل کی رو سے حُر (آزاد) پیدا ہوا ہے۔ اس کی جبین نیاز خالق کائنات کے سوا کسی دوسرے کے سامنے ہرگز سجدہ ریز نہیں ہو سکتی وہ دنیا میں غلام یا مجبور محض بن کر نہیں آیا ہے بلکہ ہر انسان اپنے اساسی تقاضوں کی مساویانہ تقسیم اور برابر کے حقوق لے کر آیا ہے۔

اس انقلاب نے قبیلوں، خاندانوں، الوان والسنہ اور عز و نسب کے ایک ایک بت کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ اور اونچ نیچ اور اسود و احمر کے تمام امتیازات ملیا میٹ کر کے اخلاق و شرافت اور اتقاء و پرہیزگاری کی اعلیٰ قدروں کو انسانی عظمت کا مدار قرار دیا ہے اور غلامی میں جکڑے ہوئے لوگوں کو آزادی کی نعمتوں سے بہرہ مند کر کے انہیں عزت و سرداری کے تاج سے سرفراز کیا۔

اس انقلاب نے انسانوں میں خود اعتمادی اور خود داری کی روح پھونک دی اور ان کی خودی کو اتنا سربلند کر دیا کہ خدا نے ہر تقدیر سے پہلے ان بندوں کی عود رضا جوئی کی یہ اسی انقلاب کا اعجاز تھا کہ عرب کے بدو ساربان ساری دنیا کے "راعی" بن گئے اور یہ اسی تغیر کا کمال تھا کہ عرب کے چند خرقہ پوشوں نے ریشم و کمخواب میں ملبوس شاہوں کے گریبان چاک کر ڈالے۔

اس انقلاب کا اس سے بڑا کرشمہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس نے بھیڑ بکریوں کے راعیوں کو انسانوں کا راعی بنا دیا اور عرب کی پتھریلی اور سنگلاخ زمین پر بیٹھنے والے قیصر و کسریٰ کے شاہی تختوں پر براجمان ہو گئے۔

یہ اسی انقلاب و تغیر کی خوبی ہے کہ اس نے انسانوں کو انسان بنایا اس نے انسانی اخوت و برادری کے رشتے اختیار کیے اور انسانی عظمت کا تصور پیش کر کے انہیں انسانی خون کی تقدیس کا احساس دلایا۔ انسانوں سے وحشت و بہیمیت دور کر کے ان میں الفت و محبت کی رسمیں بڑھائیں، ہر طرف امن و چین اور سکون و طمانیت کا دور دورہ کیا یہ اس انقلاب و تغیر کا کمال ہے کہ اس نے عدل و انصاف کی میزان قائم کر کے ظلم و جور کا وزن ہی ختم کر دیا۔

جاہل، اجڈ اور اکھڑ لوگوں کو آداب زندگانی سکھلائے اور انہیں ایسا نکھرا اور ستھرا نظام تعلیم عطا کیا کہ خود علم و فضل کو اس پر سر افتخار بلند کر کے کہنا پڑا کہ یہی وہ دور ہے جس میں حقیقتاً اسے شرف و اعزاز سے نوازا گیا ہے اس انقلاب کے علمبرداروں نے جہالت کی گہری تاریکیاں کافور کرنے کے لیے تعلیم و تربیت کے ایسے بے مثال دیئے جلائے کہ ان کی ضیا پاشیوں اور ضو فشانیوں سے مشرق و مغرب جگمگا اٹھے۔ اس انقلاب نے جہل و ظلالت کے اتھاہ سمندر میں روشنی کے مینار قائم کر کے سفر حیات کو آسان بنا دیا +

بقیہ : خطبہ جمعہ

ارشاد فرمایا "میں تو ہمیشہ برابر کے جوڑ سے مقابلہ کرتا ہوں۔ یہ شجاعت نہیں تم شجاع ترین شخص کا نام لو" سب نے لاعلمی کا اعتراف کیا تو خود فرمایا۔

"ہم میں شجاع ترین شخص حضرت ابوبکرؓ ہیں جنگ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "عریش" ایک خاص مقام بنایا گیا تھا سوال پیدا ہوا۔ آپؐ کے ساتھ کفار کی روک تھام کے لیے کون رہے گا؟ خدا کی قسم ہم میں سے کسی کو جرأت نہیں ہوتی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور پوری لڑائی میں کفار کے ہر حملے کا مقابلہ کرتے رہے"

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مکی زندگی کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :-

"ایک دفعہ مشرکین مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر زمین پر گھسیٹا، اذیتیں دیں اور کہنے لگے۔ تم ہی ہو جو ایک خدا کی پرستش و بندگی کی لوگوں کو دعوت دیتے

ہو۔ واللہ! اس وقت کسی کو انہیں باز رکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ یہ ابوبکرؓ ہی تھے جو آگے بڑھے اور کافروں کو مار مار کر ہٹانے لگے"

یہ تھی صحابہ کرامؓ کی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب پیغمبرؐ سے محبت کی کیفیت کہ انہوں نے وطن، رشتہ دار، دل اور مال و جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ کسی چیز کی محبت انہیں اللہ کے دین کی حمایت اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے سے نہ روک سکی۔ ایثار و قربانی کا یہی جذبہ دل کے گہرے سمندروں میں موجزن ہو تو ایمان مکمل ہو گا۔ دنیا و آخرت دونوں سنوریں گی اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو گی۔

آج دینی تعلیمات سے بیگانگی، اعمال صالحہ اور نیکیوں سے دوری اور اپنے دینی فرائض سے غفلت کا جو ماحول پیدا ہو گیا ہے اس کی وجہ سے منکرات، بے حیائی، جھوٹ، بد دیانتی اور ظلم و استحصال روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ دینی قوتوں کا ساتھ دینے اور بھلائی کے کاموں میں حصہ لینے کے بجائے غفلت و بے عملی کا دور دورہ ہے۔ دین پر عمل کرنے کو ایک اضافی اور غیر ضروری معاملہ سمجھ لیا گیا ہے۔ جو لوگ خدا و رسولؐ پر ایمان رکھتے اور قیامت و مابعد الموت زندگی کو بھی مانتے ہیں انہیں اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے۔ خود اور اپنے اہل و عیال کو دینی تعلیمات سے آراستہ کرنا چاہیے تاکہ نیکی پروان چڑھے اور بد عملی ختم ہو۔ وما علینا الا البلاغ۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ

بہر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیات قرآنی میں آیت الکرسی سب سے زیادہ باعظمت آیت ہے اور یہ اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید و تنزیہہ اور صفات کمال اور اس کی شان عالی کی عظمت و رفعت جس طرح بیان کی گئی ہے وہ اس میں منفرد اور بے مثال ہے

بقیہ : اظہار تعزیت

اور قطب عالم پیر سید خورشید احمد اپنے اللہ سے جا ملے تھے۔ ہمارے اکابر ایک ایک کر کے ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ آج ہمیں تحفظ ختم نبوت کے شیدائی یاد آ رہے ہیں جنہوں نے ختم نبوت پر اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومین کے بچوں کو اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام مولانا عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا